ابنِ صفی

جلد نمبر
8

جاسوسی دنیا

24- پتھر کی چیخ

25- خوفناک ہنگامہ

26- دوہرا قتل

جاسوسی دنیا

جلد نمبر 8

24	پتھر کی چیخ
25	خوفناک ہنگامہ
26	دوہرا قتل

ابن صفی

اسرار پبلی کیشنز

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ

اردو بازار لاہور۔ فون : 7321970 - 7357022

جملہ حقوق محفوظ

اس ناول کے نام ، مقام، کردار اور کہانی سے
تعلق رکھنے والے اداروں کے نام فرضی ہیں۔

پبلیشر..........خالد سلطان

پرنٹر............ ہاشم انٹر پرائزز

سیل ڈپو: **عثمان ٹریڈرز**

الکریم مارکیٹ، مین کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔فون : 7321970

جاسوسی دنیا نمبر 24

پتھر کی چیخ

(مکمل ناول)

پیش لفظ

یہ ناول ایک بالکل ہی انوکھی اور نئی کہانی پیش کرتا ہے۔ جرم کرنے والوں میں Sadist یا اذیت کوش آج کل نمایاں نظر آتے ہیں۔ آئے دن آپ نے اخباروں میں کم عمر لڑکوں اور لڑکیوں کے اغواء اور بعد میں اُن کے بے رحمانہ قتل کے بارے میں پڑھا ہوگا۔ آپ اسے یقین مانیں کہ ایسے بھیانک جرائم کے پیچھے ایسی معصوم صورتیں بھی ہوتی ہیں جن کی طرف کسی کا گمان بھی نہیں جا سکتا۔ یہ اپنے جنسی دباؤ سے مجبور ہو کر اس حد تک خطرناک، مریضانہ اور بھیانک شکل اختیار کر لیتے ہیں کہ انہیں انسانی ہڈیوں کے چچوڑنے میں رسیلی جلیبیوں کا مزہ آتا ہے۔

ایسا ہی ایک کردار آپ کو اس ناول میں ملے گا۔ میاں حمید بھی اس مرتبہ کافی چاق و چوبند رہے۔ انہوں نے محض باتیں نہیں بنائیں بلکہ کچھ کیا بھی ہے۔

آئندہ شمارہ جوبلی نمبر ہوگا۔ ''خوفناک ہنگامہ'' کی کہانی کے لئے میں زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ اب تک جتنے ناول میں نے چیلنج کے ساتھ لکھے ہیں انہیں آپ سب نے پسند کیا ہے۔ جوبلی نمبر بھی اُسی اعتماد کے سہارے لکھ رہا ہوں اور آپ یقین کیجئے کہ پڑھنے کے بعد آپ اُسے زندگی بھر نہیں بھول سکتے۔

''خوفناک ہنگامہ'' میں آپ کو ایک بار پھر آپ کے محبوب کردار انور اور رشیدہ ملیں گے۔ حمید نے تو اس بار کمال ہی کیا ہے۔ یقیناً اُس کی سنجیدگی آپ کو چونکا دے گی۔ فریدی کو اس بار ایک عجیب و غریب عورت سے ٹکر لینا پڑی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یورپ کے تین نامور جاسوس فریڈک، شلائر اور گارساں سے فریدی کی مڈبھیڑ...... بھیانک ہڈیوں کے پنجر، عجیب و غریب مچھلی اور دوسری دلچسپیاں آپ کو ملیں گی جن کے لئے ''جاسوسی دنیا'' مشہور ہے۔

ابن صفی

قمار خانہ

''لوسنو میرے بھائیو!'' سرجنٹ حمید نے ہانک لگائی۔''یہ وہ سانپ ہے کہ پتھر پر پھن مارتا ہے تو پتھر راکھ ہوجاتا ہے۔پانی پر پھن مارتا ہے پانی بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے۔آگ کھاتا ہے انگارے ہگتا ہے۔صندل دیپ میں پایا جاتا ہے۔اسے آتش خور کہتے ہیں۔''

وہ ایک پیشہ ور دوا فروش کی طرح اول فول بک رہا تھا۔صرف پندرہ منٹ میں اُس کے گرد اچھی خاصی بھیڑ لگ گئی تھی۔ اُس نے گھنی اور چڑھی ہوئی سفید نقلی مونچھیں لگا رکھی تھیں میک اپ اتنا شاندار تھا کہ سر کے بال کھچڑی معلوم ہو رہے تھے۔ بہرحال وہ ایک انتہائی تندرست بوڑھے دوا فروش کے بھیس میں فٹ پاتھ پر مجمع لگا رہا تھا۔ اُس کے سامنے بہت سے مرتبانوں میں مردہ اور زندہ سانپ تھے۔ایک بڑے سے صندوق پر دواؤں کی شیشیاں چنی ہوئی تھیں۔ اُن میں سے کسی میں نقرئی گولیاں تھیں اور کسی میں طلائی۔ اکثر میں کوئی سیال شے بھی تھی۔

یہ حرکت محض اُس کی افتادِ طبع نہیں تھی۔ اس مرتبہ شاید زندگی میں پہلی بار انسپکٹر فریدی نے ایک اہم کام اُس کے سپرد کیا تھا۔ اور وہ اُس سے کسی قسم کا مشورہ لئے بغیر اس کام کو سرانجام دینے کی کوشش میں مشغول تھا۔ پہلے فریدی نے وہ کیس اپنے ہی لئے رکھا تھا لیکن اس دوران میں وہاں کچھ عجیب قسم کی وارداتیں ہونی شروع ہوگئیں اور فریدی پہلا کیس حمید کے سپرد کر کے

اُن کے متعلق چھان بین میں مشغول ہو گیا۔

وہ وارداتیں واقعی عجیب اور وحشت ناک تھیں۔ شہر کے مختلف حصوں میں تین نوخیز اور خوبصورت لڑکوں کی لاشیں ملی تھیں جنہیں کسی وحشی درندے نے بڑی بے دردی سے مار ڈالا تھا۔ انسپکٹر فریدی تقریباً ایک ہفتے سے پریشان تھا لیکن اُس خوفناک راز کی ایک کڑی بھی ہاتھ نہ لگی تھی۔

اس سے پہلے اُس کے پاس ایک بہت بڑے گروہ کا کیس تھا جو بہت ہی منظم طریقے پر شہر کے مختلف حصوں میں جوا کھلاتا تھا۔ لیکن ابھی تک اُس کا ایک رکن بھی گرفتار نہ ہو سکا تھا۔ دوسرا کیس اس سے بھی زیادہ اہم تھا اس لئے پہلا کیس سرجنٹ حمید کے حصے میں آیا۔ حمید نے اسے سرانجام دینے کے سلسلے میں کافی لاف وگزاف کی تھی اور یہ حقیقت ہے کہ اُس نے دوران تفتیش میں کبھی فریدی کو ڈھنگ کی رپورٹ نہیں دی۔ نہ اُسے اپنے پروگرام ہی سے متعلق کچھ بتایا۔ شہر کے ایک حصے میں اُس نے ایک کمرہ کرائے پر لے رکھا تھا جہاں غریب طبقہ کے لوگ آباد تھے۔ اپنی دواؤں کا بکس اور سانپوں کے مرتبان وہ وہیں رکھا کرتا تھا۔

وہ تین دن سے اسی جگہ پر مجمع لگا رہا تھا۔ اُسے دراصل قریب کی ایک عمارت پر شبہ ہو گیا تھا۔ یہ شہر کی ایک مخصوص متمول طبقے کی تقریب گاہ تھی۔ یہاں صرف اُسی طبقے کے افراد شادی بیاہ یا دوسری تقاریب کے انتظامات معاوضہ لے کر کئے جاتے تھے۔ حمید متواتر تین دن سے دیکھ رہا تھا کہ وہاں دن اور رات ایک نہ ایک تقریب برپا رہتی تھی اور اُس میں حصہ لینے والے بھی زیادہ تر مختلف نہیں ہوا کرتے تھے۔ اُس طبقے کے رسم و رواج کے مطابق کوئی غیر اُس عمارت میں قدم نہیں رکھ سکتا تھا۔ حمید کا شبہ یقین کی حد تک پہنچتا جا رہا تھا کہ وہ جس عمارت کی تلاش میں ہے وہ یہی ہو سکتی ہے۔ وہ آج بھی صبح سے کئی بار یہاں مجمع اکٹھا کر چکا تھا اور وہ اس وقت آخری مجمعے کے سامنے اپنے بار بار دہرائے ہوئے جملے دہرا رہا تھا۔ ''اس سانپ کی چربی کا کیا پوچھنا...... صاف صاف تعریف خلاف تہذیب ہے۔''

اُس نے رک کر ایک شیشی اٹھائی اور مجمع کو دکھا کر کہنے لگا۔ ''اس میں آتش خور سانپ کی چربی افعی یعنی کوبرا کالے سانپ کی چربی۔ سانڈے کی چربی، اود بلا کی کلیجی کا پتہ...... روہو مچھلی کا پتہ شامل ہے...... بجلی ہے بجلی...... نہ پان کی ضرورت نہ پتے کی حاجت...... نہ چھالا ڈالتا ہے نہ

آبلہ، پانچ منٹ میں اثر دکھاتا ہے۔ آزمائش کرو۔ اگر غلط نکلے تو کل یہیں آ کر گریبان پکڑ لینا۔ پندرہ دن آپ کے شہر میں قیام کروں گا۔ دلی، آگرہ، کانپور اور لکھنو ہوتا ہوا آپ کی شہر میں آیا ہوں اور آپ کے شہر سے کہیں اور چلا جاؤں گا۔ اس طرح آپ کی خدمت بھی کروں گا اور مرشد کا حکم بھی بجالاؤں گا۔"

پھر اُس نے دوا کی قیمت بتائی اور اُسکے اپنے گرگوں میں سے ایک نے سب سے پہلے جیب میں ہاتھ ڈالا پھر پندرہ بیس منٹ کے اندر اندر ٹین کے صندوق پر چنی ہوئی شیشیاں صاف ہوگئیں۔

اس دوران میں حمید کی توجہ اُس عمارت کی طرف بھی مبذول ہوتی رہی تھی اور اُسے اُس میں داخل ہونے والوں میں شہر کا ایک مشہور جواری بھی دکھائی دیا تھا اور وہ اُس طبقے سے متعلق نہیں تھا۔ مجمع ختم کرنے کے بعد حمید نے سامان سمیٹنا شروع کیا۔ اس وقت اس کا ارادہ عارضی قیام گاہ کی طرف جانے کا نہیں تھا۔ اُس نے ایک تانگے پر سامان بار کرایا اور فریدی کی کوٹھی کی طرف چل پڑا۔

ایک سائیکل سوار اُس کا تعاقب کر رہا تھا۔ حمید نے پہلے تو اُس کی طرف دھیان نہیں دیا لیکن وہ ایک بار اُسے تانگے سے آگے نکلتے اور پھر رفتار کم کر کے تانگے کے پیچھے لگتے دیکھ کر کھٹک گیا۔ حمید اُس کا صورت آشنا تھا۔ اُس نے اسے اکثر اُس مشتبہ عمارت کے سامنے والے ریستوران میں دیکھا تھا۔

"بھائی۔" اُس نے تانگے والے کو بلند آواز میں مخاطب کیا۔ "شاید میں راستہ بھول رہا ہوں۔"

"کیوں......آپ ہی نے تو......!"

"ہاں ہاں" حمید اُس کی بات کاٹ کر بولا۔ "وہ جو کلاک ٹاور ہے نا......اُس کے سامنے والی سڑک پر پٹرول پمپ والی گلی میں۔"

"مگر آپ......!" تانگے والے کے لہجے میں جھلاہٹ تھی۔ "آپ نے تو......!"

"میاں بگڑو نہیں...... پردیسی ہوں بھول ہوئی۔ چونی زیادہ لے لینا۔"

تانگہ والا بڑبڑاتا رہا۔ پھر اُس نے اگلی سڑک پر حمید کی عارضی قیام گاہ کی طرف تانگہ موڑ دیا۔

سائیکل سوار اب بھی تانگے کے پیچھے لگا ہوا تھا اور حمید ایسا بے تعلق نظر آ رہا تھا جیسے کوئی

بات ہی نہ ہو۔ اُس نے جیب سے نسوار کی شیشی نکالی اور دو چٹکیاں ناک کے دونوں نتھنوں میں چڑھا گیا لیکن پھر اُسے اپنی حماقت پر افسوس ہونے لگا۔ وہ اس بھیس کے دوران میں اپنی جیب میں نسوار کی شیشی ضرور رکھتا تھا۔ لیکن آج تک استعمال کرنے کی ہمت نہیں پڑی تھی۔ نتھنوں میں جلن اور ناک میں تیز قسم کی سرسراہٹ ہونے لگی لیکن وہ حتیٰ الامکان چھینک روکنے کی کوشش کررہا تھا کیونکہ چھینکیں شروع ہوتے ہی اناڑی پن فوراً ظاہر ہوجاتا۔ اُس کے جسم کے سارے روئیں کھڑے ہوگئے تھے اور ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے اس کی کھال گوشت چھوڑ رہی ہو...... آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔ بہرحال وہ چھینک نہ روک سکا۔ البتہ اُسے کھانسی میں تبدیل کرتے وقت جیب سے رومال نکال لینا پڑا اور پھر وہ سچ مچ اُس طرح کھانسنے لگا جیسے دورہ پڑا ہو۔ اس طرح حلق میں خراش ضرور آ گئی لیکن ناک کی تکلیف دہ سرسراہٹ سے نجات مل گئی۔

تعاقب برابر جاری رہا۔

حمید رہائش گاہ پر پہنچ کر سامان اتارنے لگا اور تعاقب کرنے والا آگے بڑھ گیا۔ حمید سوچنے لگا کہ اب کیا کرے۔ اب تو اُسے سو فیصدی یقین ہوگیا تھا کہ اُس کی اتنے دنوں کی محنت بیکار نہیں گئی۔ اُس نے سوچا کہ فریدی کو فوراً اُس کی اطلاع دے دے لیکن دوسرے ہی لمحے میں خودنمائی کی جبلت نے اُبھر کر اس خیال کا گلا گھونٹ دیا۔ اُس نے سوچا کہ کیوں نہ اکیلے ہی یہ معرکہ سر کرے۔ اس طرح وہ فریدی کے اس خیال کا مضحکہ اڑا سکے گا جس کی رو سے وہ عملی اعتبار سے نکما تھا۔ حمید اندھیرا پھیلنے کا انتظار کرنے لگا۔ اُس نے تہیہ کرلیا تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح عمارت میں ضرور داخل ہوگا۔ مجمع لگانے کے دوران میں اُس نے اس عمارت میں داخل ہونے کا طریقہ بھی دیکھ لیا تھا۔ آنے والے دربان کو دعوتی کارڈ دکھا کر اندر داخل ہوتے تھے۔ حمید نے اچھی طرح اندازہ لگالیا تھا کہ وہ دراصل کسی تقریب کے دعوتی کارڈ ہی کا ڈھونگ تھا۔ اسی طرح صرف انہیں لوگوں کی رسائی وہاں تک ہوسکتی تھی جو معتبر تھے۔ یعنی وہ کارڈ ایسے ہی لوگوں میں تقسیم کیے جاتے تھے جن کے متعلق اس کے گروہ کو پورا پورا اطمینان تھا کہ وہ اس راز کو ظاہر نہیں کریں گے۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد حمید پھر اُسی عمارت کی طرف واپس جارہا تھا۔ لیکن اس بار اُس نے امیرا و باشوں کی سی وضع اختیار کی تھی۔ کچھ دور چل کر اُس نے ٹیکسی کی اور اُس عمارت

کے سامنے والے ریستوران کے قریب جا کر اُترا۔ ریستوران میں بھیڑ کم تھی۔ البتہ باہر والا حصہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ حمید چائے خانے میں گھس گیا۔ اتفاق سے ایک کھڑکی کے قریب کی میز خالی تھی۔ وہ اسی پر جم گیا۔ یہاں سے اُس عمارت کا پھاٹک زیادہ دور نہیں تھا۔ حمید ارادہ کر کے ادھر نکل تو آیا تھا مگر عمارت میں داخل ہونے کی کوئی تدبیر ابھی تک نہیں سوجھی تھی۔

وہ کافی دیر تک ٹھنڈی چائے کی چسکیاں لیتا رہا لیکن بے سود۔ عمارت میں داخل ہونا آسان کام نہیں تھا۔ اگر وہ کسی ویران جگہ پر ہوتی تو وہ دیواریں بھی پھلانگ جاتا۔ اگر اس پر بھی بس نہ چلتا تو وہ نقب زنی کے امکانات پر غور کرتا لیکن یہاں بھرے پُرے بازار میں اُن کا خیال ہی احمقانہ تھا۔

وہ دنیا و مافیہا سے بے خبر پھاٹک کی طرف ٹکٹکی لگائے بیٹھا تھا حتیٰ کہ وہ اُس نامعلوم آدمی کے وجود سے بھی بے خبر تھا جو اُس کی قیام گاہ سے اُس کے پیچھے لگا ہوا یہاں تک چلا آیا تھا۔ وہ اُس سے تھوڑے ہی فاصلے پر بیٹھا شام کا اخبار دیکھ رہا تھا لیکن یہ وہ آدمی نہیں تھا جس نے آج شام کو اُس کا تعاقب اُس کی قیام گاہ تک کیا تھا۔

دفعتاً حمید کو اس عمارت کے پھاٹک پر دو آدمی دکھائی دیئے۔ دونوں نے اپنے جیبوں سے کارڈ نکالے لیکن ایک نے پھر اپنا کارڈ جیب میں رکھ لیا۔ اُس کا ساتھی تو اندر چلا گیا مگر اس کا رخ ریستوران کی طرف تھا۔ پھر حمید نے اُسے بار والے حصے میں داخل ہوتے دیکھا۔ حمید نے جلدی جلدی چائے ختم کی بل ادا کیا اور ریستوران سے باہر نکل گیا۔ اُس کے ذہن میں ایک تدبیر ابھر تو آئی تھی لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ بار میں جائے یا نہ جائے۔

اُس آدمی نے اندر پہنچ کر ادھر اُدھر نظر ڈالی اور سیدھا پیشاب خانوں کی طرف چلا گیا۔ حمید بھی تیزی سے آگے بڑھا۔ اُس حصے میں جہاں پیشاب خانے تھے اندھیرا تھا۔ البتہ پیشاب خانوں کے اندر دھندلی روشنی تھی۔ حمید دبے پاؤں اُسی لیٹرین میں داخل ہو گیا جس میں وہ آدمی گیا تھا۔ دوسرے ہی لمحے میں اس کا ایک ہاتھ اسکے منہ پر تھا اور دوسرا اُس کی گردن دبا رہا تھا۔ پھر اُس نے اُس کا سر دیوار سے ٹکرا دیا۔ وہ لہرا کر زمین پر آ رہا۔

پھر حمید نے حیرت انگیز پھرتی کے ساتھ اُس کے کوٹ کے اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا کارڈ

موجود تھا۔ اُس نے اُسے اپنی جیب میں ڈالا اور بے ہوش آدمی پر اچٹتی نظر ڈالتا ہوا باہر نکل گیا۔

وہاں سے وہ ایک دوسرے ریستوران میں پہنچا اور بیرے کو کافی کا آرڈر دیتا ہوا ایک خالی کیبن میں گھس گیا۔ قیام گاہ سے یہاں تک تعاقب کرنے والا اب بھی اُس کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ لیکن وہ کسی کیبن میں بیٹھنے کی بجائے کھلے ہال ہی میں بیٹھ گیا تھا۔

حمید نے کارڈ نکالا۔ اُس میں کسی جمشید جی نے رستم جی کو اپنے بیٹے کی شادی کے سلسلے میں مدعو کیا تھا۔ حمید نے معنی خیز انداز میں سر ہلا کر کارڈ پھر جیب میں رکھ لیا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ اب وہ رستم جی کا رول ادا کرے گا اور اُسے اس بات کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہ تھی کہ اُس آدمی کے ہوش میں آنے پر اُس کی اس حرکت کا کیا نتیجہ برآمد ہوگا۔ بس اُس کے سر پر اُس عمارت میں داخل ہونے کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔

اُس نے گرم گرم کافی حلق میں انڈیلنی شروع کر دی۔

پھر کچھ دیر بعد وہ عمارت کے پھاٹک پر کھڑا دربان کو کارڈ دکھا رہا تھا اور اُس کا تعاقب کرنے والا اپنی موٹر سائیکل اسٹارٹ کر رہا تھا۔ ادھر حمید نے عمارت میں قدم رکھا اور وہ کسی طرف روانہ ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ بہت جلدی میں ہو۔

حمید ایک کافی وسیع ہال میں داخل ہو رہا تھا۔ یہاں چاروں طرف بے شمار چھوٹی چھوٹی میزیں پڑی ہوئی تھیں اور اعلیٰ پیمانے پر مختلف قسم کا جوا ہو رہا تھا۔ حمید نے انجام سے بے پرواہ ہو کر دل ہی دل میں ایک زوردار قہقہہ لگایا کہ اس بار فریدی کو اس کی ذہانت کا قائل ہونا ہی پڑے گا۔

اندر پہنچنے پر ایک آدمی نے پھر اس کا کارڈ دیکھا اور بلند آواز میں ''رستم جی'' کی ہانک لگائی اور پھر ایک طرف اشارہ کر کے آہستہ سے بولا۔

''میز نمبر اٹھائیس......!''

حمید اُس میز کی طرف بڑھا۔ اُس پر تین آدمی تھے اور چوتھی کرسی خالی تھی۔ اُسی میز کا ایک آدمی اُسے تحیر آمیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ حمید کو اطمینان تھا کہ وہ جوا کھیل سکے گا۔ کیونکہ وہ پہلے ہی سے اُس کے لئے تیار ہو کر آیا تھا۔

وہ خالی کرسی پر بیٹھنے ہی جارہا تھا کہ وہ آدمی کھڑا ہوگیا جو اُسے گھور رہا تھا۔

''آپ کی تعریف......!''

''رستم جی......!'' حمید نے لاپروائی سے کہا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسے کسی نئے خطرے کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہوجانا پڑا۔ وہ اُسے پہچان رہا تھا۔ یہ آدمی وہی تھا جو رستم جی کے ساتھ تھا۔

''باپ کا نام......؟''

''کیوں......؟'' حمید اُسے گھورتا ہوا کھڑا ہوگیا۔

''کچھ نہیں۔'' وہ آدمی ہنس کر بولا۔ ''میں تو یونہی مذاق کررہا تھا۔''

پھر وہ اٹھ کر کہیں چلا گیا۔ اُس میز کے بقیہ دو آدمی نشے میں بُری طرح دھت تھے۔

''اوئی چلی گیا۔'' اُن میں سے ایک منہ میں انگوٹھا ڈال کر بولا۔ ''ہم بھی جائیں گا۔''

''نہیں جانی تم بیٹھے گا۔'' دوسرا اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔ ''ہم تمہارا جورو کا بھائی ہے۔''

''نہیں ہام تمہارا جورو کا بھائی ہے۔'' پہلے نے کہا۔

''ہاٹ سالا ہم تمہارا جورو کا بھائی ہے۔'' دوسرا قہقہہ لگا کر بولا۔

''کیوں بابا......؟'' پہلے نے حمید سے پوچھا۔

''تمہاری جورو......!'' حمید بھناہٹ میں گالی بکتے بکتے رہ گیا۔ اگر کوئی اور موقعہ ہوتا تو وہ اُن دونوں میں کافی دلچسپی لیتا۔ مگر فی الحال تو اُس کا ذہن اٹھ کر جانے والے میں الجھ کر رہ گیا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اُسے شبہہ ہوگیا ہے۔

''ہاں ہاں...... ہمارا جورو بڑا جور دار ہے۔'' وہ حمید کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''تم بھی ابھی لونڈا ہے۔ ہمارا جورو تم کو آم کا مافک......!''

حمید اُس کا ہاتھ جھٹک کر کھڑا ہوگیا۔ دونوں نے قہقہہ لگایا۔

''ڈر گیا ڈر گیا......!'' دوسرا تالیاں بجا کر چیخا۔ ''بچہ ہے...... چھورا ہے...... ٹاہ...... ٹاہ۔''

حمید پھر بیٹھ گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ رستم جی کا ساتھی نہ جانے

کہاں غائب ہو گیا تھا۔ اگر وہ باہر گیا تھا تب تو حمید کا راز فاش ہونے میں دیر نہ لگے گی۔ وہ یقیناً اُسے تلاش کرنے کے لئے بار میں جائے گا۔ وہ دونوں ساتھ ہی آئے تھے۔ اس لئے رستم جی نے اُسے وقتی علیحدگی کے متعلق ضرور بتایا ہوگا۔ ممکن ہے اس نے اس سے کہا ہو کہ وہ دو ایک پیگ پی کر واپس آجائے گا۔

''کیوں بیٹا ہوتی ہے۔'' اُن میں سے ایک حمید کے منہ کے سامنے انگلی نچا کر بولا۔

''ہوتی ہے۔'' حمید نے تاش کی گڈی اٹھا کر میز پر پٹخ دی۔

اتنے میں ایک اور آدمی آ کر خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔ یہ پستہ قد مگر گٹھیلے جسم کا آدمی تھا۔ چہرہ لمبوترہ اور مضحکہ خیز تھا۔ چہرے کی مناسبت سے ناک بہت چھوٹی تھی کان دیکھ کر حمید کو خچر کے کان یاد آگئے۔

''آپ بہت دنوں کے بعد دکھائی دیئے۔'' اُس نے حمید سے کہا۔

''میں باہر چلا گیا تھا۔'' حمید جلدی سے بولا۔

''پچھلی بار......!'' وہ کچھ کہتے کہتے رک کر اپنی داہنی آنکھ مسلنے لگا پھر بولا۔ ''ذرا دیکھئے کچھ پڑ گیا ہے۔''

حمید اُس کی آنکھ میں دیکھنے کے لئے جھکا ہی تھا کہ اُس کے جبڑے کی ہڈیاں کڑکڑا گئیں اور وہ کرسی سے اچھل کر دیوار سے جاٹکرایا۔ قبل اس کے کہ وہ سنبھلتا لمبوترے چہرے والے نے اُس کا گریبان پکڑ کر اُسے کھڑا کر دیا۔ اس بار اُس کی داہنی کنپٹی پر گھونسا پڑا اور زمین پر گرتے ہی اُس نے اپنی ریڑھ کی ہڈی پر ایک ٹھوکر بھی محسوس کی۔ پھر وہ وسیع ہال اپنے ساز و سامان سمیت تیزی سے گردش کرنے لگا۔ فانوس کی ٹھنڈی روشنی آگ اگلنے لگی اور پھر...... تاریکی کی گہری چادر نے اسے اندھیروں میں سلا دیا۔

درندگی

وہ نہ جانے کب تک بے ہوش پڑا رہا۔ پھر ہوش میں آتے ہی اُس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا جو بڑی شدت سے دکھ رہا تھا۔ جبڑے اور داہنی آنکھ پر ورم آ گیا تھا۔ پیٹھ بھی بُری

طرح دکھ رہی تھی۔ وہ کراہ کر اٹھا اور دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ ابھی تک آنکھوں کے سامنے ہلکی ہلکی دھند چھائی ہوئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے محسوس کیا کہ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں قید ہے۔ کانوں کی سنسناہٹ ختم ہوتے ہی اُسے کمرے کے باہر شور سنائی دینے لگا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کرسیاں اور میزیں ٹوٹ رہی ہوں۔ لوگ ایک دوسرے پر گر رہے ہوں۔ بہر حال توڑ پھوڑ کی آواز اور لوگوں کی چیخوں کے علاوہ اور کچھ نہیں سنائی دے رہا تھا۔ وہ تیزی سے اٹھ کر دروازے کے قریب آیا اور اُسے دونوں ہاتھوں سے پیٹنے لگا۔ یہ اس کا قطعی اضطراری فعل تھا۔ پھر جیسے جیسے اُس کا ذہن صاف ہوتا گیا اُس کے ہاتھ رکتے گئے۔ اول تو اُس شور و شغب میں اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں تھی اور پھر دروازہ پیٹنے سے کیا حاصل۔ بہر حال اُسے اپنی حماقت پر افسوس ہو رہا تھا کہ اُس نے فریدی کا مشورہ لئے بغیر یہ حرکت کیوں کر ڈالی۔

پھر وہ باہر کے شور کے متعلق سوچنے لگا۔ آخر یہ شور کس قسم کا تھا۔

دفعتاً کسی نے اُس کمرے کے دروازے پر ٹھوکر ماری اور حمید چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔

دروازے پر متواتر ضربیں پڑ رہی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد چڑ چڑاہٹ سنائی دی اور دروازہ ٹوٹ کر زمین پر آ رہا۔ حمید اگر بجلی کی سی سرعت کے ساتھ ایک طرف نہ ہٹ گیا ہوتا تو اُس کا زخمی ہو جانا یقینی تھا۔

اور پھر اُس کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی۔ یہ پولیس والے تھے۔

''حضرت مل گئے۔'' انسپکٹر جگدیش چیخا۔

حمید ٹوٹے ہوئے دروازے پر سے جست لگا کر باہر نکل آیا۔ انسپکٹر فریدی ایک میز پر کھڑا گرفتار شدگان کا جائزہ لے رہا تھا۔ حمید اُس کی طرف دھیان دیئے بغیر پکڑے جانے والوں کی بھیڑ میں گھستا چلا گیا۔ وہ اُس لمبوترے چہرے والے کو تلاش کرتا پھر رہا تھا لیکن وہ کہیں نہ دکھائی دیا۔

پھر کسی نے اُس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ دیا۔ وہ چونک کر پلٹا۔ فریدی طنزیہ انداز میں مسکرا رہا تھا۔

''بہت اچھے۔'' اُس نے کہا۔ ''خاصے کارٹون لگ رہے ہو۔''

حمید جھینپ کر بغلیں جھانکنے لگا۔

''اوپر بھی دیکھ لیں۔'' فریدی نے کوتوالی انچارج جگدیش سے کہا۔

پھر وہ تینوں کچھ کانسٹیبلوں کے ساتھ اوپری منزل میں چلے گئے۔ فریدی قطعی خاموش تھا۔ اُس نے پھر حمید سے کچھ نہیں کہا۔ لیکن حمید اچھی طرح جانتا تھا کہ گھر پہنچتے ہی شامت آجائے گی۔

اوپر کے بہتیرے کمرے مقفل تھے۔

سارے قفل ایک ایک کر کے توڑے جانے لگے۔ ایک کمرے میں ایک خوبصورت اور نوجوان عورت ملی جس کے ہاتھ پیر رسیوں سے جکڑے ہوئے تھے۔ پولیس والوں کو دیکھ کر وہ بے تحاشہ رو پڑی۔ استفسار پر اُس نے بتایا کہ تین دن قبل سینما سے واپسی پر چند بدمعاشوں نے اُسے پکڑ لیا تھا اور اُس سے ایک کثیر رقم کا مطالبہ کر رہے تھے۔ اُس کے بیان سے معلوم ہوا کہ وہ شہر کے ایک بہت بڑے تاجر کی بیوہ تھی۔ حمید نے اُسے رسیوں سے آزاد کرتے وقت محسوس کیا کہ وہ بخار سے بھن رہی ہے۔

اُسے فوراً ہی ہسپتال بھجوانے کا انتظام کیا گیا۔ وہ تو اپنے گھر جانے پر مصر تھی لیکن باقاعدہ بیان لیے بغیر یہ چیز ناممکن تھی۔

اُس کی سرخ سرخ نشیلی آنکھیں دیر تک حمید کے ذہن پر چھائی رہیں لیکن اسی کے ساتھ ہی ساتھ وہ لمبوترے چہرے والے کے لئے بھی بے چین تھا۔ حمید کو اس کا گمان بھی نہیں تھا کہ وہ اس طرح دھوکے میں رکھ کر اُس پر حملہ کر دے گا۔ ورنہ شاید وہ اس بُری طرح مار نہ کھاتا اور اب رہ رہ کر اُس کا خون جوش مار رہا تھا۔ اگر وہ اس وقت مل جاتا تو وہ اُس کی بوٹیاں اڑا دیتا۔ اُس کا ذہن اس بُری طرح الجھا ہوا تھا کہ اُس نے فریدی سے یہ بھی نہ پوچھا کہ وہ یک بیک یہاں پہنچ کیسے گیا۔

''کیا تم کسی کی تلاش کر رہے ہو......؟'' فریدی نے اُس سے پوچھا۔

''ہاں مجھے ایک لمبوترے چہرے والے کی تلاش ہے۔'' حمید دانت پیس کر بولا۔

''وہ نکل جانے میں کامیاب ہو گیا۔'' فریدی نے کہا پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''کیا اُسی نے

تمہاری یہ درگت بنائی ہے؟''

''بس۔زیادہ تاؤ نہ دلایئے مجھے۔'' حمید بڑبڑایا۔

''خیر خیر......!'' فریدی کچھ اور کہتے کہتے رک گیا۔ اُس کی نظریں کاریڈور میں پڑے ہوئے کپڑوں کے ایک ڈھیر پر جم کر رہ گئیں تھیں۔ ایک کانسٹیبل نے آگے بڑھ کر اُسے پیر سے سرکایا۔

اور پھر اُن سب کے منہ سے چیخیں نکل گئیں۔

یہ ایک خوبصورت اور تندرست لڑکے کی لاش تھی جسے بڑی درندگی کے ساتھ نوچا گیا تھا۔ فریدی بے ساختہ اُس پر جھک پڑا۔ تھوڑی دیر تک بغور اُسے دیکھتا رہا پھر سر اٹھا کر آہستہ سے بولا۔ ''حمید اب مجھے تمہاری اس حماقت پر ذرہ برابر بھی افسوس نہیں۔''

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر لاش کی طرف دیکھ رہا تھا۔ جگدیش اور اُس کے ساتھیوں کے ہونٹ خشک ہو گئے تھے شہر میں یہ ایک ہی نوعیت کی پانچویں لاش تھی۔ اس سے پہلے والی لاشیں کسی مکان یا پوشیدہ جگہ سے برآمد نہیں ہوئی تھیں۔

فریدی نے جیب سے محدب شیشہ نکالا اور دیر تک لاش کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ پھر زمین سے اٹھتا ہوا بولا۔ ''کوئی نشان نہیں......لاش اٹھوا دو۔''

پولیس نے ایک لاکھ پچپن ہزار روپے اپنے قبضے میں کیے اور تہتر قیدیوں کو لاریوں میں بھر کر کوتوالی کی طرف روانہ ہوگئی۔

فریدی خاموش تھا۔ حمید سمجھا تھا کہ تنہائی نصیب ہوتے ہی اُسے نہ جانی کتنی کڑوی کسیلی باتیں حلق سے اتارنی پڑیں گی۔ لیکن خلاف توقع فریدی کچھ نہیں بولا۔ تقریباً بارہ بجے رات کو کوتوالی سے فرصت ملی۔ اُس عورت کا بیان قلم بند کرنا دوسری صبح تک کے لئے ملتوی کر دیا گیا۔ فریدی کا خیال تھا کہ بخار کی شدت کی وجہ سے اُس کا دماغ قابو میں نہ ہوگا۔

ایک بجے وہ دونوں گھر پہنچے۔

فریدی اب بھی خاموش تھا۔ حمید کو الجھن ہونے لگی۔

''آپ وہاں پہنچے کس طرح تھے؟'' حمید نے اُس کی خاموشی سے اکتا کر پوچھا۔

''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں اُس اڈے سے واقف نہیں تھا۔'' فریدی نے پھیکی مسکراہٹ کے

ساتھ کہا۔

''تو کیا آپ کو میری گرفتاری کی اطلاع ہوگئی تھی۔''

''نہیں......لیکن تم نے اندر داخل ہونے کے لئے جو طریقہ اختیار کیا تھا اُس کی اطلاع ملتے ہی میں چل پڑا تھا۔''

حمید اُسے پرخیال نظروں سے دیکھتا رہا۔ فریدی تھوڑے توقف کے بعد پھر بولا۔ ''وہاں اُن کے جانے پہچانے آدمی ہی داخل ہوتے ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ تم پر کوئی نہ کوئی مصیبت ضرور نازل ہوگی۔''

''لیکن آپ کو اطلاع کیسے ملی تھی؟''

''میں تمہاری طرف سے بے خبر نہیں تھا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میرا ایک آدمی تمہارے ساتھ برابر لگا رہتا تھا۔ اگر میں ایسا نہ کرتا تو تم نہ جانے کہاں ہوتے۔''

''جب آپ پہلے ہی سے اُس اڈے سے واقف تھے تو آپ نے کوئی کاروائی کیوں نہیں کی؟'' حمید جھنجھلا کر بولا۔ ''خواہ مخواہ مجھے اس طرح ذلیل کرنے کی کیا ضرورت تھی؟''

''اچھا جی......!'' فریدی زہر خند کے ساتھ بولا۔ ''میں نے کچھ کہا نہیں تو آپ شیر ہورہے ہیں۔''

''بتایئے نا آخر......یہ کوئی تصوف کا مسئلہ تو تھا نہیں۔''

''میں اُس گروہ کے سرغنہ کے چکر میں ہوں۔ جس کی شخصیت آج تک پردہ راز میں ہے۔ میرا خیال ہے کہ جتنے لوگ پکڑے گئے ہیں اُن میں سے ایک کا بھی تعلق اُس گروہ سے نہ ہوگا۔ گروہ والے سب نکل گئے۔ یہ تو بے چارے بدنصیب کھلاڑی تھے۔''

فریدی خاموش ہوگیا۔

''مجھے افسوس ہے کہ وہ لمبوترے چہرے والا نکل گیا۔'' حمید نے کہا۔

''پھر سہی۔'' فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔ ''اب تو تم مار دھاڑ اور سراغ رسانی پر آمادہ ہی ہوگئے ہو خیر تم میں زندگی تو پیدا ہوئی لیکن نہیں ابھی کوئی عورت مل جائے...... پھر تم ایک کیچوے کی طرح حقیر ہو جاؤ گے۔''

''گھبرائیے نہیں۔'' حمید جل کر بولا۔ ''اگر کسی کے ریوالور کا نشانہ نہ بنا تو دیوار سے سر ٹکرا کر جان دے دوں گا۔''

''اب خود ہی عورتوں کی طرح بولنے لگے۔''

حمید نے بیزاری سے منہ پھیر لیا۔ اُس کی چوٹیں بُری طرح دکھ رہی تھیں اور آج رات نیند آنے کے امکانات نظر نہیں آرہے تھے۔ اس لئے وہ گفتگو کو طول دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن فریدی نے ایسا مسئلہ چھیڑ دیا...... کہ قہر درویش بر جان درویش کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا۔ بہر حال وہ اس موضوع کو ختم ہی کر دینا چاہتا تھا۔

''ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔'' اس نے آہستہ سے کہا۔

''کیا......؟''

''جو لوگ بلا کسی خوف و خطر اُن لاشوں کو پبلک مقامات پر لا سکتے ہیں وہ انہیں کسی ویرانے میں لے جا کر دفن بھی کر سکتے ہیں۔''

''یقیناً......!''

''پھر آخر وہ انہیں شہر میں پھینکنے کا خطرہ کیوں مول لیتے ہیں؟''

''ڈھنگ کا سوال ہے۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''تمہیں یہ سن کر حیرت ہوگی کہ ان میں سے اکثر قتل ویران مقامات ہی پر ہوئے ہیں لیکن لاشوں کو شہر میں لا ڈالا گیا ہے اور اس وقت جو لاش ملی ہے وہ بھی کہیں سے لائی ہی گئی ہے۔''

''یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں؟''

''اگر آنکھیں کھلی رکھو تو اتنے بچکانے سوالات نہ کرنے پڑیں۔'' فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ ''اُس عمارت میں ہمیں کسی جگہ اتنی مقدار میں خون نہیں ملا کہ ہم ایسا سوچ سکیں۔ خود لاش کے نیچے خون کے معمولی دھبے ملے ہیں لاش پر پائے جانے والے کپڑوں کے ڈھیر میں بھی خون نہیں تھا۔

حمید خاموش ہو گیا۔ بات بالکل سامنے کی تھی لیکن وہ باتوں کی رو میں ایک احمقانہ سوال کر بیٹھا تھا۔ بہر حال وہ اب بھی فریدی کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

''تمہارا پہلا سوال یقیناً دلچسپ تھا۔'' فریدی پھر بولا۔ ''یہ حقیقت ہے کہ لاشوں کو بہ آسانی دفن بھی کیا جاسکتا تھا یا پھر اس کے لئے گٹر بھی استعمال کیے جاسکتے تھے آخر مجرم اپنے جرائم کو منظر عام پر کیوں لا رہا ہے۔'' فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

''آپ کا کیا خیال ہے۔'' حمید نے پوچھا۔

''عقلی گدا سن کر کیا کرو گے۔ جو کچھ بھی کہوں گا اس کے لئے فی الحال کوئی منطقی دلیل نہ پیش کر سکوں گا۔ ویسے میری دانست میں مجرم کوئی انتہا پسند قسم کا اذیت کوش (sadist) ہے۔ وہ حصول لذت کے لئے محض مار ڈالنا ہی کافی نہیں سمجھتا بلکہ لاشوں کے ذریعہ شہر میں سنسنی پھیلا کر اُس سے بھی لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔''

''یعنی آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مجرم کا جنسی جنون وحشیانہ پن کی حد تک پہنچ گیا ہے۔''

''قطعی...... ہمیں ابھی تک جتنی بھی لاشیں ملی ہیں وہ کم عمر لڑکوں کی ہیں کسی کی عمر پندرہ سولہ سے زیادہ کی نہیں تھی۔ یہی وجہ ہے کہ میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں۔ ویسے حقیقت خدا ہی جانے۔ ہوسکتا ہے کہ کوئی اور بات بھی ہو۔''

''لیکن میں پھر کہوں گا کہ آخر لاشوں کو منظر عام پر ڈالنے کا کیا مقصد ہوسکتا ہے؟''

''اذیت پسندی کی انتہا۔'' فریدی بولا۔ ''مجرم لاش کے وارثوں کی گریہ و زاری اور پبلک کی خوفزدگی سے بھی لطف اندوز ہونا چاہتا ہے۔ اذیت پسندی کی درجنوں قسمیں ہیں اور شاید ہم انتہائی قسم سے دوچار ہیں۔ اس حد تک پہنچنے کے بعد اکثر جنونی اپنی بوٹیاں تک نوچ ڈالتے ہیں۔''

حمید خاموشی سے کچھ سوچ رہا تھا۔ فریدی کے خاموش ہوتے ہی بولا۔

''آپ نے کہا تھا کہ قتل کسی ویرانے ہی میں ہوئے ہیں۔''

فریدی نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر کہا۔ ''دوشنبے کو جو لاش ملی تھی اُس کے متعلق تحقیقات کرنے پر میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔ وہ الفنٹن کالج میں پڑھتا تھا اور اتوار کو دس پندرہ لڑکوں کی ٹولی کے ساتھ پکنک پر جھریالی گیا تھا۔ واپسی پر وہ اُن سے الگ ہوگیا۔ اُس نے اُن سے کہا تھا کہ وہ قریب کے ایک گاؤں میں اپنے کسی عزیز سے ملنے کے لئے جا رہا ہے۔ میں اُس لڑکے کے والدین سے ملا۔ انہوں نے بتایا کہ اُس گاؤں میں اُن کا کوئی عزیز نہیں تھا۔ شہر میں تحقیقات

کرنے کے بعد میں جھریالی کی طرف گیا۔ پھر اُس گاؤں میں بھی چلا گیا۔ وہاں تفتیش کرنے پر معلوم ہوا کہ اس شکل وشباہت کے لڑکے کو کسی نے وہاں نہیں دیکھا تھا۔ میں پھر جھریالی لوٹ آیا۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔ تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"تم نے کبھی جھریالی کی پہاڑیوں کی سیر کی ہے؟"

حمید نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"دلچسپ جگہ ہے۔ مگر پکنک پر جانے والے انہیں عموماً نظر انداز کر دیتے ہیں۔ میں بھی اس سے پہلے کبھی ان پہاڑیوں پر نہیں چڑھا تھا۔ باہر سے تو وہ بالکل خشک اور بے جان پتھروں کی معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کے درمیان میں بڑی ہریالی ہے۔"

فریدی پھر خاموش ہو گیا۔ حمید سوچنے لگا کہ شاید فریدی پر نیند نے حملہ کیا ہے تبھی وہ موضوع سے بھٹک رہا ہے۔ قتل کی بات کرتے کرتے پہاڑیوں کی ہریالی پر آ گیا۔ لیکن اُس نے اُسے ٹوکا نہیں۔ بعض اوقات اُسے سچ مچ فریدی پر رحم آنے لگتا تھا۔ بس ہر وقت کام کی دھن۔ کبھی کبھی کھانا پینا تک بھول جاتا تھا اور فرصت کے اوقات میں یا تو مطالعہ یا کتوں اور دوسرے جانوروں کی دیکھ بھال یا پھر کسی نئے کیمیاوی تجربے کا چکر۔ حمید کے خیال کے مطابق وہ ایک مظلوم آدمی تھا جو خود پر ظلم کر رہا تھا۔ اپنی جنسیت کو بے دردی سے کچل رہا تھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی اُسے کبھی عورت کا پیار نصیب نہ ہو سکے گا۔ عورت کے خیال پر اُس کے ذہن نے اُس عورت کی طرف جست لگائی جو اُسے عمارت میں ملی تھی۔ کتنی حسین تھی وہ۔ پھر یکایک اُسے لمبوترے چہرے والا یاد آ گیا اور اُس کا خون کھولنے لگا۔

"یہ مٹھیاں کیوں بھینچ رہے ہو۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"اُوں......!" حمید چونک پڑا۔ "کچھ نہیں...... ہاں تو اُن پہاڑیوں پر بڑی ہریالی ہے۔"

"تم اُلو ہو۔" فریدی ہنس پڑا۔ "تمہیں اُس لمبوترے چہرے والے پر غصہ آ رہا ہے۔"

"نہیں تو۔" حمید کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "آپ اپنی تحقیقات کے متعلق بتا رہے تھے۔"

"کوئی خاص بات نہیں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے ان پہاڑیوں میں ایک جگہ خون کے بڑے بڑے دھبے دیکھے تھے۔ کچھ کپڑوں کے چیتھڑے بھی۔ ان میں سے ایک دھجی

مقتول کی قمیص کی بھی ثابت ہوئی۔ ایک انگوٹھی ملی جسے مقتول کے والدین نے شناخت کرلیا کہ وہ اُسی کی تھی اور بس! لیکن مجرم! وہ ابھی تک پردہ راز ہی میں ہے۔"

فریدی اٹھ کر ٹہلنے لگا۔ حمید اُسے تحیر آمیز نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

ناکام تفتیش

دوسرے دن صبح حمید فریدی کو بتائے بغیر ہسپتال پہنچ گیا۔ انسپکٹر جگدیش اُس عورت کا بیان لے رہا تھا۔ حمید کو دیکھتے ہی معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ وہ بھی اُس کی حسن پرست طبیعت سے بخوبی واقف تھا۔

"ہمارے سراغ رساں حمید صاحب۔" جگدیش نے کہا۔ "سچ پوچھئے تو آپ انہیں کی بدولت رہا ہوئی ہیں۔"

حمید جگدیش کی بات اڑا کر اس سے اُس کی خیریت پوچھنے لگا۔

"میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔" عورت مسکرا کر بولی۔ "میں اب گھر جانا چاہتی ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" حمید نے کہا۔ "آپ جب چاہیں جاسکتی ہیں۔" پھر وہ جگدیش کی طرف مڑ کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ میں نے غلط نہیں کہا۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ بیان لے چکا ہوں۔" جگدیش نے کہا۔

ڈاکٹر نے بھی اجازت دے دی کیونکہ بخار رات ہی میں اتر گیا تھا اور کوئی ایسی خاص بات بھی نہیں تھی جس کی بناء پر اُسے ہسپتال میں روکا جاتا۔

"میں آپ کو گھر تک پہنچا دوں گا۔" حمید نے کہا۔

"بڑی مہربانی...... آپ کا احسان۔" وہ دفعتاً خاموش ہوگئی۔ اُس کی نظریں دروازے کی

طرف اٹھ گئی تھیں۔ انسپکٹر فریدی اپنے مخصوص انداز میں مسکراتا ہوا اُن کی طرف بڑھ رہا تھا۔

''انسپکٹر فریدی صاحب۔'' جگدیش احتراماً اٹھتا ہوا بولا۔ ''آپ لیڈی جہانگیر عادل جی۔''

''میں جانتا ہوں۔'' فریدی جگدیش کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہوتا ہوا بولا۔ ''پچھلی رات میں بھی موجود تھا۔''

''اوہ......ہی......ہی......ہی......!'' جگدیش احمقوں کی طرح ہنسنے لگا۔

''غالباً آپ جا رہی ہیں۔'' فریدی لیڈی جہانگیر کی طرف مڑ کر بولا۔ وہ چونک پڑی۔ فریدی کو بڑی انہماک سے دیکھ رہی تھی۔ حمید کچھ بدبدانے لگا۔

اس وقت فریدی بہت جچ رہا تھا۔ ہلکے نیلے رنگ کے سرج کے سوٹ میں اُس کا چہرہ بڑا حسین معلوم ہو رہا تھا۔

''جی ہاں......میں جا رہی ہوں۔'' لیڈی جہانگیر اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔

''بہتر ہے۔'' فریدی نے جگدیش کو مخاطب کیا۔ ''ایک کانسٹیبل آپ کے ساتھ کر دو۔''

''وہ تو......!'' حمید کی بات ہونٹوں ہی میں رہ گئی کیونکہ فریدی اُسے گھور رہا تھا۔

لیڈی جہانگیر ایک بار پھر اُن سب کا شکریہ ادا کر کے وہاں سے چلی گئی۔

''سنا تم نے۔'' حمید نے جگدیش کو مخاطب کیا۔ ''پتھر کئی طرح کے ہوتے ہیں۔''

جگدیش ہنسنے لگا۔ لیکن کچھ بولا نہیں۔ فریدی حمید کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتا ہوا باہر لایا۔

''وہ کس قسم کا پتھر تھا حمید صاحب جس سے ٹکرانے کے بعد تم کارٹون بن گئے۔'' فریدی نے مسکرا کر پوچھا۔

''وہ پتھر......!'' حمید دانت پیس کر رہ گیا۔

فریدی ہنس رہا تھا۔

''خدا کی قسم! آپ اس مجرم سے زیادہ اذیت پسند ہیں۔''

''آخر تم اس کے ساتھ جا کر کرتے کیا؟'' فریدی نے پوچھا۔

''اُس کا گریبان پکڑ کر آپ کے لئے دعائے خیر کراتا۔'' حمید جھلا کر بولا۔

فریدی پھر ہنسنے لگا۔ ''کیا تم نے صبح آئینہ نہیں دیکھا؟''

حمید اُسے گھورنے لگا۔

''مطلب یہ کہ اس ٹوٹی پھوٹی صورت میں تمہیں اس کے سامنے آنا ہی نہ چاہئے تھا۔'' فریدی نے پھر چٹکی لی۔

اس بار حمید بھنا کر پلٹ پڑا۔ ''آپ کیوں دوڑے آئے تھے؟''

''تمہیں اپنے ٹوٹے پھوٹے چہرے کی مرمت کرانے کا مشورہ دینے کے لئے۔'' فریدی نے کہا اور اپنی کیڈی لاک میں بیٹھ گیا۔

حمید منہ بنائے فٹ پاتھ پر کھڑا ہی رہا۔

''کیوں......؟'' فریدی نے اسے سوالیہ انداز میں دیکھا۔

''میرا کام ابھی ختم نہیں ہوا۔''

''یعنی......؟''

''میں قبل از وقت کچھ نہیں بتا سکتا۔'' حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

''اوہ......!'' فریدی نے پھر قہقہہ لگایا۔ ''اور اس بار تمہاری ہڈیاں سرمہ ہو جائیں گی۔''

''خدا کی قسم تاؤ نہ دلایئے ورنہ شہر کی ہر لمبوترے چہرے کو چوکور بنا دوں گا۔''

''شاباش......اور پھر میرے ہی ہاتھوں جام شہادت بھی نوش فرماؤ گے۔''

''آپ نہ جانے خود کو کیا سمجھتے ہیں۔'' حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔ ''وہ تو کہئے میں بھی شریف ہی آدمی ہوں اگر کوئی ڈاکو واکو ہوتا تو دیکھتا آپ کی ذہانت۔''

فریدی نے قہقہہ لگا کر اُسے کیڈی میں کھینچ لیا اور پھر وہ سڑک پر فراٹے بھرنے لگی۔

''بیٹے حمید خاں......تمہیں جہنم رسید کرنے کے لئے بس ایک عورت کافی ہوتی۔''

''تو جلدی سے جہنم رسید کر دیجئے نا مجھے۔ اُس نے کئی ماہ سے آپ کے نظریاتی جہنم کی شکل بھی نہیں دیکھی۔''

''یار حمید......!'' فریدی سنجیدگی سے بولا۔ ''کسی وقت تو عورت کی طرف سے خالی الذہن ہو جایا کرو۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں تو بھی جنسی جنون کا شکار نہ ہو جاؤ۔''

حمید نے جواب میں غالب کا شعر پڑھ دیا۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غم گسار ہوتا

"اچھا تو کیا میں آپ کو لڑکیاں سپلائی کروں؟" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"لاحول ولاقوۃ......سپلائی بڑا گندہ لفظ ہے۔ آخر آپ جیسے عالی دماغ کو یہ لفظ سوجھا کیسے؟"

"جو شعر تم نے پڑھا ہے فی الحال اُس سے تو یہی مطلب اخذ کیا جاسکتا ہے۔"

"آپ غلط سمجھے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم کیوں نہ لیڈی جہانگیر سے اس تفتیش میں مدد لیں۔"

"وہ کس طرح؟"

"بس یونہی! ملنے ملانے سے بہتیری راہیں پیدا ہو جاتی ہیں۔"

"بکومت......!" فریدی آہستہ سے بولا۔ وہ پھر کچھ سوچنے لگا تھا۔ پھر اُس نے پُرخیال انداز میں کہا۔ "وہ ایک آوارہ عورت ہے۔"

"آپ کی نظروں میں تو دنیا کی ہر عورت آوارہ ہے۔" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا ہوں۔ وہ تین چار دن سے غائب تھی۔ لیکن کسی نے خبر نہیں لی۔"

"ممکن ہے اُس کے گھر پر کوئی اور آدمی ہی نہ ہو۔"

"ملازمین تو ہوں گے ہی۔" فریدی نے کہا۔ "اگر وہ دو دو تین تین دن گھر سے غائب رہنے کی عادی نہ ہوتی تو پولیس تک اُس کی گم شدگی کی رپورٹ ضرور پہنچ گئی ہوتی۔"

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "آپ بھی تو کئی کئی دن گھر سے غائب رہتے ہیں۔ تو کیا آپ بھی آوارہ ہیں اور آپ کا بھی کوئی ملازم آپ کی گمشدگی کی رپورٹ نہیں کرتا...... ہائے ہائے کاش آپ بھی کوئی بلونڈی ہوتے۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ حمید تھوڑی دیر بعد پھر بڑبڑانے لگا۔ "میں صرف ایک وجہ سے خدا کے وجود کا قائل ہوں کہ اُس نے نر کے ساتھ مادہ بھی پیدا کی ہے۔ اس طرح زندگی کی خواہش جانداروں میں برقرار رہتی ہے ورنہ......خودکشی کی وبا عام ہوتی۔"

فریدی مسکرا رہا تھا۔ شاید وہ بھی تفریحی باتوں کے موڈ میں آ گیا تھا۔

"اچھا اگر مادہ نہ ہوتی تو کیا ہوتا۔" اس نے کہا۔

''مرغیوں کی طرح آپ بھی انڈے دیتے۔''

''مگر انڈوں کے لئے مرغ بھی ضروری ہے۔''

''اس صورت میں کوئی اور انتظام ہوتا۔'' حمید نے کہا۔'' مثلاً نر ہی میں کوئی ایسا اعصابی نظام رکھا جاتا کہ وہ درختوں کی طرح خود ہی نر اور مادہ دونوں ہوتا۔ مرد انڈے دیتا جناب۔ فرض کیجئے کوئی ایشیا کے عظیم سراغ رساں سے ملنے کے لئے آیا اور فریدی صاحب نے اندر سے کہلوا دیا۔ معاف کیجئے گا میں اس وقت انڈے دے رہا ہوں یا انڈوں پر بیٹھا ہوں۔ آج کے اکیسویں دن تشریف لایئے گا اور پھر اگر اندر حمید نے چھیڑ دیا تو کڑکڑا کر پھول گئے۔''

فریدی ہنسنے لگا۔

''خدا کی قسم بڑا مزہ آتا۔'' حمید ہونٹ بھینچ کر ہنسا۔''دفتروں میں اسی قسم کی عرضیاں موصول ہوتیں..... جناب عالی..... گذارش ہے کہ مجھے انڈوں پر بیٹھنا ہے اس لئے اکیس دن کی رخصت فرمائی جائے۔''

''تب تو تمہیں روز ہی انڈوں پر بیٹھنا پڑتا۔'' فریدی نے ہنس کر کہا۔

''نہیں میں اپنے اور آپ کے انڈوں کی تجارت کرتا۔'' حمید بولا۔'' اور سنئے..... فرض کیجئے آپ کسی ضرورت سے ڈی۔ آئی۔ جی سے ملنا چاہتے ہیں اُس کے کمرے کے سامنے پہنچے لیکن چپراسی درمیان میں حائل ہوکر آہستہ سے بولا۔ صاحب انڈے دے رہے ہیں۔ جہاں ملک کی آبادی بڑھنی شروع ہوئی قوم کے لیڈر اپیل شائع کرنے لگے۔ خدا کے لئے آپ لوگ فی الحال انڈوں پر بیٹھنا چھوڑ دیجئے۔ ٹرین پر بیٹھے ہوئے ہیں دفعتاً کمپارٹمنٹ میں کسی کا پیٹ مروڑا...... گڑگڑا کر بولا۔ آپ لوگ ذرا منہ پھیر لیجئے۔ میں اور آپ کسی مجرم کا پیچھا کر رہے ہیں۔ دفعتاً آپ سست پڑ گئے۔ وجہ پوچھی تو آہستہ سے بولے۔

''انڈا'' اور زمین پر بیٹھ گئے۔ مجرم غائب۔ یا مجرم ہی پر وقت پڑا تو پلٹ کر ہم سے اجازت طلب کی اور خود بیٹھ گیا۔ دوسرے دن اخبارات میں سرخیاں جم رہی ہیں کہ فلاں فلاں مجرم انڈے دیتے وقت گرفتار کرلیا گیا یا پھر انسپکٹر فریدی مجرم کا تعاقب کرتے وقت انڈے دینے لگے اور مجرم صاف نکل گیا۔ یا مجرم انسپکٹر فریدی کے انڈے لے کر فرار ہوگیا۔''

''بس کرو سور......!'' فریدی ایک ہاتھ سے اس کی گردن دبوچتا ہوا بولا۔

''تو پھر آپ وہیں چل رہے ہیں نا؟'' حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

''نہیں......!'' فریدی یک بیک اُس سے بھی زیادہ سنجیدہ نظر آنے لگا اور حمید خاموش ہوگیا۔ اُس کی چوٹیں ابھی تک دکھ رہی تھیں اور حقیقتاً وہ اتنی دیر تک محض اس لئے بکواس کرتا رہا تھا کہ فریدی اُس لمبوترے چہرے والے کو بھولا رہے۔ ورنہ وہ بات بات پر حوالہ دے کر اُسے چھیڑتا۔

''کل رات والی لاش کی بھی شناخت ہوگئی۔'' فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

''کون تھا......؟''

''چمڑے کے ایک تاجر سیٹھ سلیمان کا لڑکا......اُس کا گھر کوتوالی کے قریب ہی ہے۔ میں صبح سیٹھ سلیمان سے ملا تھا۔''

حمید دوسرے جملے کا انتظار کرنے لگا۔ لیکن فریدی پھر خیالات میں کھو گیا۔

''اُس نے کیا بتایا......؟''

''کوئی خاص بات نہیں۔'' فریدی نے کہا۔ ''کہنے لگا کہ وہ کئی دن سے کچھ کھویا کھویا سا معلوم ہوتا تھا اور کئی راتوں سے اپنے کالج کے کسی پروفیسر سے پڑھنے کے لئے جایا کرتا تھا۔ چنانچہ پچھلی شام کو بھی وہیں گیا تھا۔''

''تو وہ پروفیسر......؟''

''اُس پروفیسر کا نام وہ نہیں بتا سکا۔''

''کس کالج میں پڑھتا تھا......؟''

''موڈرن میں۔''

''تو اس کا یہ مطلب ہے کہ سارے پروفیسروں سے ملنا پڑے گا۔''

''میں اتنا لمبا چوڑا راستہ کبھی اختیار نہیں کرتا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''پھر......؟''

''میں فی الحال اس لڑکے کے والدین سے ملوں گا۔ جس کے متعلق جھریالی میں تحقیقات کر چکا ہوں۔''

''اُس سے کیا ہوگا؟''

''پھر وہی احمقانہ سوالات۔'' فریدی نے منہ بنا کر کہا۔ ''میری تفتیش کی رو سے وہ سارے مقتول ایک ہی کالج سے متعلق نہیں تھے۔ ظاہر ہے کہ اُن سب کا قاتل ایک ہی ہے۔ کیونکہ قتل کی نوعیت مختلف نہیں مجھے تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ وہ سارے لڑکے کس بہانے سے رات کو گھروں سے غائب رہے تھے۔''

''تو کیا آپ پروفیسر والے واقعے کو بہانہ سمجھتے ہیں؟''

''قطعی......!''

''آخر کیوں......؟''

''اگر یہ حرکت پروفیسر کی ہوتی تو وہ کبھی ایسے اوقات میں اس قسم کے اقدامات نہ کرتا جبکہ ان لڑکوں کی موجودگی اُس کے یہاں ثابت ہوسکتی۔''

''مگر آپ تو اسے ایک قسم کا جنون قرار دے چکے ہیں۔ پھر جنون میں عقل کا کیا کام؟''

''حمید صاحب۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''اگر وہ مجرم اس وقت آپ کو کہیں مل جائے تو آپ اُس کے متعلق یہ سوچ بھی نہ سکیں گے کہ وہ اتنی درندگی سے کسی کو قتل کرسکتا ہے۔''

''پھر یہ کیسا جنون......؟''

''یہ ایسا ہی جنون ہے اور صرف اُس وقت بیدار ہوتا ہے جب شہوانی جذبات اپنی انتہائی منزلیں طے کررہے ہوں۔ اُس وقت مکمل تسکین کے لئے خون کی پیاس بڑھ جاتی ہے۔ آدمی درندگی پر اُتر آتا ہے بعض صورتوں میں تسکین کے بعد بھی مزید تسکین کے لئے اس قسم کی حیوانیت درکار ہوتی ہے۔''

حمید خاموش ہوگیا۔

''کیا سوچ رہے ہو؟'' فریدی نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

''میں یہ سوچ رہا ہوں کہ دنیا کی کوئی ایسی بات بھی ہے جو آپ نہیں جانتے۔''

''ہائے اسی کا تو افسوس ہے کہ میں کچھ نہیں جانتا۔ حمید صاحب یہ دنیا بہت وسیع ہے اور یہاں کا ہر فرد کم از کم ایک ایسا تجربہ ضرور رکھتا ہے جو دوسرے کے لئے قطعی نیا ہوتا ہے۔ پھر بھلا

بتاؤ میں کیا جان سکتا ہوں۔ بس اسی علم کی پیاس مجھے دن رات بے قرار رکھتی ہے اور جب مجھے کوئی نیا تجربہ ہوتا ہے تو میں اپنی بے چارگی کا احساس کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میں اس عظیم کائنات میں ایک حقیر کیڑے کی طرح رینگ رہا ہوں۔''

''یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہر بڑا آدمی ازراہِ خاکساری یہی کہتا ہے۔''

''عام آدمی اسے خاکساری پر محمول کرتے ہیں مگر یہ سو فیصدی حقیقت ہوتی ہی۔ ہر بڑا آدمی اس بات کو شدت سے محسوس کرتا ہے کہ وہ اپنی کھال سے باہر نہیں نکل سکتا۔''

حمید اپنے پائپ میں تمبا کو بھرنے لگا فریدی نے ایک جگہ کار روک دی۔

پھر وہ دونوں ایک عمارت کی اوپری منزل کی طرف جا رہے تھے۔ فریدی اُس لڑکے کے باپ سے ملا جس کی متعلق وہ جھریالی کے قریب والے گاؤں میں تحقیقات کر چکا تھا۔ اُس کے لڑکے کو مصوری ہی کا شوق تھا اس لئے اس نے قتل سے پندرہ دن قبل نیشنل آرٹ کالج میں داخلہ لیا تھا۔ جہاں رات کو بھی مصوری کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مقتول رات ہی کے کلاس اٹنڈ کرتا تھا۔ اس کے بعد فریدی دوسرے مقتولین کے ورثا سے بھی ملا۔ لیکن انہوں نے بھی مختلف قسم کی باتیں بتائیں۔ رات کو وہ سب کسی نہ کسی بہانے سے باہر رہے تھے۔ ان مقتولوں کی رہائش گاہوں کی تلاشی وہ پہلے ہی لے چکا تھا اور اُسے مایوسی ہی ہوئی تھی کیونکہ کہیں کوئی ایسی چیز نہیں مل سکی جس سے مجرم کی شخصیت پر کوئی روشنی پڑ سکتی۔

''دیکھا تم نے۔'' فریدی واپسی پر حمید سے کہہ رہا تھا۔ ''کسی نے کوئی ایسی بات نہیں بتائی جس سے ایک ہی نتیجہ نکالا جائے۔ خیر ہم فی الحال نیشنل آرٹ کالج چل رہے ہیں۔''

''بہر حال میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کیس میں ہمارے پرخچے اڑ جائیں گے۔'' حمید نے کہا۔

''معلوم تو یہی ہوتا ہے۔''

نیشنل آرٹ کالج میں دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اُس نام کے کسی لڑکے نے وہاں داخلہ ہی نہیں کرایا۔ یہ بات پرنسپل سے معلوم ہوئی تھی لیکن فریدی نے اپنے اطمینان کے لئے سارے رجسٹر خود ہی الٹ ڈالے اور اُسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

''بیکار ہے۔'' اُس نے حمید سے کہا۔

اور وہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ پھر دوسرے مقتولین کے متعلق بھی تفتیش کی لیکن نتیجہ وہی صفر۔ کسی کے متعلق یہ نہ معلوم ہوسکا کہ وہ رات کو کہاں غائب رہتا تھا۔ فریدی اور حمید تھک ہار کر گھر واپس آ گئے۔

وہ عورت

تین بجے وہ گھر پہنچے۔ فریدی کے چہرے سے جھلاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔ آتے ہی وہ ایک آرام کرسی میں گر گیا۔ چند لمحے آنکھیں بند کئے لیٹا رہا پھر سگار سلگانے لگا۔

''نہ جانے وہ کس لالچ میں پڑ گئے تھے۔'' وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

''کون......؟'' حمید چونک کر بولا۔

''وہی لڑکے...... کسی نے بھی اپنے والدین کو رات کی غیر حاضری کی صحیح وجہ نہیں بتائی۔''

''کیا آپ بھول گئے کہ کل والی لاش آپ کو ایک قمار خانے میں ملی تھی؟'' حمید نے کہا۔

''ہاں......!'' فریدی اُسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگا۔

''ممکن ہے کہ وہ سب وہاں جوا کھیلنے کی غرض سے جاتے رہے ہوں۔ ہوسکتا ہے کہ انہیں شروع شروع میں کسی لمبی جیت میں رکھا گیا ہو۔ یہ لالچ ناکافی ہے۔ مجھے تو یہ حرکت اُسی گروہ کے کسی آدمی کی معلوم ہوتی ہے۔''

''میرا بھی یہی خیال ہے اور وہ آدمی اس گروہ کا کوئی معمولی ممبر نہیں معلوم ہوتا۔''

''سرغنہ......؟'' حمید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''قطعی! کسی معمولی ممبر کی لئے اتنا اہتمام نہیں کیا جاسکتا۔''

''ہاں...... اُن قیدیوں کا کیا ہوا......؟''

''سب حوالات میں ہیں۔'' فریدی نے کہا۔ ''اور میرے خیال کے مطابق وہ سب کھلاڑی ہی نکلے۔ گروہ کے سارے آدمی نکل جانے میں کامیاب ہو گئے۔ ہوسکتا ہے کہ اُن میں ایک آدھ گروہ کا بھی آدمی ہو۔ مگر اول تو یہ پتہ لگانا ہی محال ہے کہ اُن میں سے گروہ کا کون آدمی ہے اور اگر یہ معلوم بھی ہو گیا تو یہ ضروری نہیں کہ وہ بقیہ لوگوں کی صحیح نشاندہی کر سکے۔''

''پھر......؟''

''پھر کیا...... یہی کہ فی الحال معاملہ بالکل سپاٹ ہے۔ لیکن تم ضرور کچھ ناہموار ہو گئے ہو۔''

''آپ نے پھر وہی تذکرہ چھیڑ دیا۔'' حمید بھنا کر بولا۔ ''اُس سور نے مجھے دھوکے میں رکھا ورنہ وہ اس وقت کہیں......!''

''اور گل چھرّے اڑا رہا ہوتا۔'' فریدی نے حمید کا جملہ پورا کر کے قہقہہ لگایا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی اور فریدی نے ہاتھ اٹھا کر ریسیور اٹھا لیا۔

''ہیلو...... یس فریدی اسپیکنگ...... اوہ آپ فرمائیے۔'' فریدی تھوڑے توقف کے بعد بولا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ ہم دونوں اس وقت مشغول ہیں...... پھر کبھی سہی...... ارے شرمندہ نہ کیجئے مجھے۔ بات ہی کیا تھی...... وہ تو محض اتفاق تھا...... ورنہ ہمیں کیا معلوم ہوتا...... خیر...... پھر کبھی سہی...... شکریہ۔''

فریدی ریسیور رکھ کر حمید کی طرف مڑا اور مسکرانے لگا۔

''سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ ہم میں سے کس پر عاشق ہوئی ہے۔'' اُس نے کہا۔ ''مگر نہیں تمہاری صورت تو آج اس قابل ہی نہیں تھی۔''

''کس سے باتیں کر رہے ہیں؟''

''لیڈی جہانگیر عادل کی۔'' فریدی نے مسکرا کر کہا۔ ''اُس نے ہم دونوں کو چائے پر مدعو کیا تھا۔''

''اور آپ نے؟''

''ہاں...... آں...... انکار کر دیا۔''

''بہت اچھا کیا۔'' حمید نے منہ بنا کر کہا۔ ''لیکن میں تو ضرور جاؤں گا۔''

''بکومت......!''

''بکوں گا......!''

''تمہارے منہ پر تو بڑا چڑھا دیا جائے گا۔''

''میں ایسی زندگی پسند نہیں کرتا جس میں تفریح کو دخل نہ ہو۔''

''مجھے ایسی موت بھی پسند ہے جس میں تضیع اوقات نہ ہو۔'' فریدی نے سگار ہونٹوں سے نکال کر کہا۔ ''مجھے افسوس ہے کہ میں اس معاملے میں تمہیں آج تک راہ راست پر نہ لا سکا۔''

''اوہ تو کیا آپ راہ راست پر چل رہے ہیں۔'' حمید زہر خند کے ساتھ بولا۔ ''آپ ایک خشک اور بنجر زچٹان کی طرح اپنی ہی ذات تک محدود رہنا چاہتے ہیں۔ آپ خود غرض ہیں۔ آپ کا جذبہ تخلیق فنا ہو چکا ہے۔ آپ کی زندگی کے ویرانوں میں پیار بھرے گیت کبھی نہ گونجیں گے۔''

''نہ گونجیں......!'' فریدی نے لاپروائی سے کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

''مجھے آپ کی بے بسی پر رحم آتا ہے۔'' حمید فلسفیانہ انداز میں بولا۔ ''میں جانتا ہوں کہ آپ اپنی جنسیت کو بُری طرح کچل رہے ہیں۔ آپ ظلم کر رہے ہیں۔ خود پر بھی اور اُس جذبہ تخلیق پر بھی۔''

''جو بے شمار ننگے اور بھوکے آدمیوں کو جنم دیتا ہے۔'' فریدی نے حمید کا جملہ پورا کر دیا۔

''یہ آپ کے بس کی بات ہے کہ آپ ننگے بھوکوں کی پیداوار روک دیں۔ مگر اس لطیف جذبے کو کچلنے سے فائدہ؟''

''کیوں دماغ چاٹ رہے ہو۔'' فریدی اکتا کر بولا۔ ''ایسی گفتگو ہمیشہ بیکاری کے لمحات میں چھیڑا کرو۔''

''کیا یہ حقیقت ہے کہ آج تک کوئی عورت آپ کی زندگی میں داخل نہیں ہوئی۔''

''کیوں نہیں۔''

''کون تھی وہ......؟'' حمید نے خالص ڈرامائی انداز میں کہا۔

''میڈم چیانگ کائی شک کی بڑی بہن۔''

''اوہ......تو وہ آج کل کہاں ہے؟''

''قبر میں......کیا تم اُس کے پاس جانا چاہتے ہو؟''

''نہیں کبھی خط لکھئے گا تو میرا بھی سلام لکھ دیجئے گا۔ اچھا تو میں چلا۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا۔

''کہاں.....؟''

''لیڈی جہانگیر عادل جی۔''

''اگر اپنی دکھتی ہوئی چوٹوں پر ہاتھ پھیرنے سے بھی محروم ہو جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو ضرور جاؤ۔''

حمید دھم سے کرسی پر بیٹھ گیا۔

''مجھے ٹی۔ بی ہو جائے گا۔'' حمید حلق کے بل چیخا۔

''تقدیر کے لکھے کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔'' فریدی نے تاسف آمیز لہجے میں کہا۔

''میں خودکشی کرلوں گا۔''

''مگر پچھلا حساب بے باق کرنے کے بعد۔''

''آپ ظالم ہیں۔''

''مجھے اس سے انکار کب ہے۔''

''میں اپنا سر پھوڑ لوں گا۔''

''خودکشی سے پہلے یا خودکشی کے بعد؟''

حمید کوئی جواب دیئے بغیر اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ چپ چاپ کسی بہانے سے نکل جائے۔ فریدی اُس کی تفریحات میں شاذ و نادر ہی حارج ہوتا تھا۔ لیکن جب وہ اُسے کسی بات سے باز رکھنے پر اڑ ہی جاتا تو حمید کی ایک نہ چلتی۔ حمید محسوس کر رہا تھا کہ آج بھی فریدی کا انداز کچھ اسی قسم کا ہے۔ وہ فریدی کی طرف مڑ کر بولا۔

''میں ذرا.....!''

''کام سے جا رہے ہو۔'' فریدی نے اس کا جملہ پورا کر دیا۔ ''کیوں شامت آئی ہے۔''

''آپ تو خواہ مخواہ۔''

''بیٹھ جاؤ۔'' فریدی تحکمانہ لہجے میں بولا۔

''بیٹھ گیا۔'' حمید نے جھلا کر کہا۔

''سچ مچ تمہاری شامت آ گئی ہے۔'' فریدی اٹھتا ہوا بولا ''تمہیں بند کرنا پڑے گا۔''

حمید نے محسوس کیا کہ فریدی نے وہ جملہ مذاقاً نہیں کہا تھا۔ اُس کے چہرے پر خطرناک قسم کی سنجیدگی تھی۔

''تم ہمیشہ کام بگاڑنے پر تلے رہتے ہو۔'' وہ آہستہ سے بولا۔ ''لیکن میں اس بار تمہیں اس کا موقعہ نہیں دوں گا۔''

''آخر بات کیا ہے؟'' حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

''میں تمہیں بند کر دوں گا۔''

''پھانسی دے دیجئے نا مجھے۔'' حمید نے جھلا کر کہا۔

''شٹ اپ......!''

اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا ہوا ایک کمرے کی طرف لے گیا۔

''آپ اس وقت میرے ساتھ اس طرح پیش آ رہے ہیں جیسے میں آپ کی منکوحہ پر ڈاکہ ڈالنے جا رہا ہوں۔'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''اُس نے سوچا کہ اب اس وقت غصہ دکھا کر خود ہی زچ ہونا پڑے گا۔ فریدی کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُس نے جو کچھ کہا تھا اُسے کر گزرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ فریدی نے اُس کی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔

''آخر بند کرنے سے کیا فائدہ۔'' اُس نے پھر کہا۔

''فائدہ اور نقصان میں سمجھتا ہوں۔''

حمید کو پھر تاؤ آ گیا۔ بھنا کر بولا۔ ''اگر یہ بات ہے تو میں اسی وقت استعفیٰ دیتا ہوں۔''

''فضول......!'' فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''تمہیں میرے ہی ساتھ مرنا بھی پڑے گا۔''

''اور اگر میں میڈیکل سرٹیفکیٹ داخل کر دوں تو......؟'' حمید نے کچھ ایسے لہجے میں کہا کہ فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

''اس صورت میں تمہیں مجھ سے پہلے مرنا پڑے گا۔'' فریدی اُس کا ہاتھ چھوڑ کر بولا

''حمید بھنبھناتا ہوا اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔ لیکن وہ سوچ رہا تھا کہ کوئی خاص بات

ضرور ہے۔ ورنہ فریدی اس طرح پیش نہ آتا۔

اُس نے کمرے کا دروازہ بند کر کے کپڑے اتارے اور بستر میں گر گیا۔ اُس کا ذہن فریدی کے اس عجیب وغریب رویے میں الجھ کر رہ گیا تھا۔

حمید انواع واقسام کے خیالات میں الجھا ہوا سو گیا اور جب اُس کی آنکھ کھلی تو اس نے محسوس کیا کہ کوئی دروازہ بھڑ بھڑا رہا ہے۔

''ارے کون ہے بابا......؟'' اس نے مسہری پر پڑے ہی پڑے ہانک لگائی۔ پھر فریدی کی آواز پہچان کر اٹھ بیٹھا۔

میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس ساڑھے چھ بجا رہی تھی۔

فریدی شاید کہیں جانے کے لئے تیار تھا۔

''اب تم نخریلی عورتوں کی طرح اپنا غصہ پلنگ پر اتارنے لگے ہو۔'' فریدی اُسے تیز نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''اچھا جلدی سے تیار ہو جاؤ۔''

''مرنے کے لئے؟'' حمید نے کھا جانے والے انداز میں کہا۔

''جلدی کرو وقت کم ہے۔''

''آپ تشریف لے جایئے۔''

''لیڈی جہانگیر کے یہاں نہیں چلو گے؟''

''لیڈی جہانگیر کی......!''

''شٹ اپ......نہیں بلکہ گٹ اپ......!''

''اب کیا مصیبت آ گئی۔'' حمید زچ ہو جانے والے انداز میں چیخا۔

''اٹھو......!'' فریدی نے اس کی گردن پکڑ کر اٹھا دیا۔

حمید نے منہ دھو کر طوعاً و کرہاً کپڑے تبدیل کئے اور فریدی کے ساتھ جانے کے لئے تیار ہو گیا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ آخر یک بیک فریدی کے خیالات کیوں تبدیل ہو گئے۔ پھر خیال آیا کہ کہیں اُس نے محض اُسے چڑھانے کے لئے لیڈی جہانگیر کا حوالہ نہ دیا ہو۔

''آخر جانا کہاں ہو گا؟'' حمید نے راستے میں پوچھا۔

''لیڈی جہانگیر عادل جی۔''

''اب کیوں؟''

''میری خوشی۔''

''لیکن میں نہیں جاؤں گا۔''

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ تمہارا انکار کبھی وزن نہیں رکھتا۔''

حمید خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔ اُسے سچ مچ غصہ آ گیا۔ آج ہی فریدی اُسے لیڈی جہانگیر کے معاملے میں کافی شرمندہ کر چکا تھا اور اب خود ہی اُسے کھینچے لئے جا رہا ہے۔ وہ اپنے انداز سے بے تعلقی ظاہر کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

فریدی کی کیڈیلاک جہانگیر پیلس کے سامنے رک گئی۔ جہانگیر پیلس شہر کی عمدہ ترین عمارتوں میں سے تھی۔ سر جہانگیر عادل جی کی موت کے بعد اُس کی ساری جائیداد اس عمارت سمیت اُس کی نوجوان بیوی کی طرف منتقل ہوگئی تھی۔ وہ ایک بوڑھا اور لاولد آدمی تھا۔ تیسری شادی کے دو ہی سال بعد اُسے موت نے آ دبایا اور کسی قریبی عزیز کی عدم موجودگی کی بناء پر سارا ترکہ اُس کی بیوی کو ملا۔

ملاقاتی کارڈ بھجوا کر فریدی بیرونی گیلری میں انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد لیڈی جہانگیر خود باہر آ گئی۔

''اوہ آیئے! آیئے۔'' وہ پر جوش انداز میں بولی۔ ''میں سمجھی تھی شاید آپ لوگ کسی مصلحت کی بناء پر یہاں آنا مناسب نہیں سمجھتے۔''

''یہ بات نہیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''ہم لوگ حقیقتاً بہت مشغول تھے۔''

پھر وہ متعدد کمروں اور برآمدوں سے گزرتے ہوئے ایک وسیع ہال میں پہنچے جو جدید طرز کے سامان آرائش سے بھرا ہوا تھا۔ دیواروں پر سنہرے فریموں میں قد آدم تصویریں آویزاں تھیں۔ ان میں زیادہ تر دنیا کے مشہور ترین مصوروں کے شاہکار تھے۔

اس وقت حمید کو لیڈی جہانگیر ایک بالکل ہی نئی شخصیت معلوم ہو رہی تھی۔ چہرے سے پژمردگی کے آثار مٹ چکے تھے۔ لباس اور رکھ رکھاؤ میں سلیقہ تھا لیکن وہ کچھ خائف ضرور نظر

آ رہی تھی۔

فریدی پیانو کے قریب کی کرسی پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر تک رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر اچانک فریدی نے اُسے اپنے مخصوص قسم کے کھردرے لہجے میں مخاطب کیا۔

''لیڈی جہانگیر۔''

''ٹھہریئے!'' وہ بات کاٹ کر بولی۔ ''میرا نام افروز ہے۔''

''اوہ......!'' فریدی یک بیک مسکرا پڑا۔ ''لیکن میں اتنی بے تکلفی کی جسارت نہیں کر سکتا۔''

حمید نے ہلکا سا قہقہہ لگایا اور بولا۔ ''لیکن کم از کم میں تو تکلفات کا قطعی عادی نہیں۔''

''تب تو آپ یقیناً میرے ہم خیال ہیں۔'' افروز حمید کی طرف پلٹ کر مسکرائی۔

پھر فریدی کی طرف دیکھ کر سنجیدگی سے کہنے لگی۔ ''یقیناً ہم لوگ ایک دوسرے کے لئے اجنبی ہیں مگر میں اپنی فطرت سے مجبور ہوں۔ اخلاقیات کے بے جا ڈھونگ کی میں سرے سے قائل ہی نہیں۔ لہٰذا نہایت صفائی سے عرض کرتی ہوں کہ میں لیڈی جہانگیر کے نام پر مخاطب ہونا پسند نہیں کرتی۔ مجھ میں ایک کمزوری اور بھی ہے وہ یہ کہ اگر میرے دل کی بات زبان تک نہ آسکے تو مجھے اختلاج ہونے لگتا ہے۔''

''قدرتی بات ہے۔'' حمید نے قائل ہو جانے والے انداز میں سر کو جنبش دی۔

''لیکن......!'' فریدی کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔ ''جب تک آپ دوسری شادی......!''

''میں جانتی ہوں کہ میں اس وقت تک لیڈی جہانگیر ہی رہوں گی۔'' وہ فریدی کی بات کاٹ کر بولی۔

فریدی استفہامیہ نظروں سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ جیسے اُس کے دوسرے جملے کا منتظر ہو۔ لیکن اُس نے پھر وہ بات ہی اڑا دی۔

وہ حمید کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''کیا چوٹیں اسی ہنگامے میں آئی تھیں؟''

''اچھی خاصی شکل بگڑ کر رہ گئی۔'' فریدی نے ہنس کر کہا۔ ''میں تو سمجھا تھا کہ شاید انہیں قتل کر دیا گیا۔''

''کیوں......؟'' افروز چونک کر بولی۔

''اکیلے بے دھڑک اُس جم غفیر میں گھس گئے تھے۔ بہت دلیر آدمی ہیں۔ انہوں نے کئی مواقع پر میری بھی جان بچائی ہے اور اگر یہ حضرت وہاں نہ گھستے تو شاید مجرم آپ سے مطلب براری میں کامیاب ہو گئے ہوتے۔''

''تو کیا انہیں وہاں میری موجودگی کا علم تھا۔'' افروز نے تحیر آمیز لہجے میں سوال کیا۔

حمید ملتجانہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھنے لگا اور ''ہاں'' کہہ دینے کا اشارہ بھی کیا۔

''نہیں! انہیں شبہ تھا کہ وہ مجرموں کا اڈہ ہے۔'' فریدی نے کہا۔ ''اور آپ کا مل جانا محض اتفاق تھا۔''

''بہرحال میں آپ دونوں کی مشکور ہوں۔'' افروز نے کہا اور حمید کی طرف کچھ ایسی نظروں سے دیکھا کہ وہ جماہی لینے کے بہانے منہ چھپانے لگا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر افروز بولی۔ ''آپ لوگوں کو ٹینس سے تو ضرور ہی شوق ہوگا۔ کبھی ادھر بھی تشریف لایا کیجئے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ میرا لان بہت عمدہ ہے لیکن پھر بھی۔''

''ضرور ضرور......!'' فریدی نے کہا۔ ''خیر میں نے تو کبھی ٹینس کھیلی ہی نہیں۔ البتہ میرے دوست حمید صاحب بہت اچھے کھلاڑی ہیں۔''

حمید کو فریدی کے اس سفید جھوٹ پر تاؤ آ گیا۔ وہ اچھا کھلاڑی ہرگز نہیں تھا۔ وہ ایسے کھیل کا تو قائل ہی نہیں تھا جس میں بہت زیادہ ہاتھ پیر ہلانے پڑیں۔ اُس کا خیال تھا کہ فرصت کے لمحات میں بھی جسم کو تکلیف دینا پرلے سرے کی حماقت ہے۔

''اوہ! تب تو آپ سے مل کر اور خوشی ہوئی۔'' افروز نے حمید کی طرف دیکھ کر کہا۔

''بہت خوش مزاج اور لطیفہ گو ہیں۔'' فریدی بولا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک اُسے فریدی کے اس وقت کے عجیب وغریب رویے کا خیال آ گیا۔ اُس نے کبھی کسی عورت سے اُس کی تعریف نہیں کی تھی۔ لیکن اس وقت نہ جانے کیوں اُس کی خصوصیات گنوا رہا تھا۔

''ہاں تو لیڈی......!'' فریدی چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ ''اوہ معاف کیجئے گا...... بات یہ ہے کہ باتوں میں پڑ کر آپ سے ایک اہم بات دریافت کرنا بھول گیا۔''

''فرمایئے......!''

''کیا آپ ان میں سے کسی مجرم کو شناخت کر سکتی ہیں؟''

''مجھے افسوس ہے کہ نہیں۔ ان میں سے کوئی چہرے پر سیاہ نقاب لگائے بغیر میرے سامنے نہیں آیا۔''

فریدی کی پیشانی پر پر تشویش لکیریں ابھر آئیں۔

''آپ کو کافی محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔'' وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ ''ہوسکتا ہے کہ وہ پھر......!''

''میں خود بھی یہی سوچتی ہوں۔'' افروز پرخیال انداز میں بولی۔ ''کیا خیال ہے آپ کا......اگر میں اپنے ساتھ مسلح آدمی رکھوں؟''

''بہت اچھا خیال ہے......میں بھی یہی مشورہ دینے والا تھا۔'' فریدی مضطربانہ انداز میں کرسی پر پہلو بدلتا ہوا بولا۔ پھر اس کا ہاتھ بے خیالی میں پیانو پر جا پڑا اور سارے ہال میں ایک بے ہنگم سی جھنکار گونج اٹھی۔

''مجھے افسوس ہے۔'' وہ آگے کی طرف جھک کر بولا۔

''کوئی بات نہیں۔'' افروز نے قہقہہ لگایا۔ ''میں اس کی نغمگی سے لطف اندوز ہوئی ہوں۔ کم از کم اس نے ماحول کی یکسانیت تو ایک لحظہ کے لئے دور کر دی۔''

''آپ تو فلسفی معلوم ہوتی ہیں۔'' حمید نے ہنس کر کہا۔

واپسی پر فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔ ''بیٹے حمید صاحب......اگر یہ ہموار ہو جائے تو پھر کیا بات ہے۔''

''کیا مطلب......؟'' حمید چونک کر بولا۔

''میرے خیال سے تمہیں اُس کی بیوگی سے زیادہ اُس کی دولت میں دلچسپی لینی چاہئے۔''

''میں لال بجھکو نہیں ہوں۔'' حمید نے اُس کی گول مول باتوں سے تنگ آ کر کہا۔

''میں نے اس عورت کو تمہارے لئے پسند کیا ہے۔'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''اس لئے نہیں کہ وہ بہت خوبصورت ہے محض اس لئے کہ کثیر دولت کی مالک ہے۔''

حمید نے قہقہہ لگایا۔ ''کوئی مصلحت......؟''

''قطعی نہیں۔'' فریدی کے لہجے میں معصومیت تھی۔ ''واقعی یہ تمہارے لئے ایک بہتر بیوی ثابت ہوگی۔''

''الو نہ بنایئے مجھے۔'' حمید اپنے بازوؤں پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

''نہیں حمید اسے پھانسو......!''

''آج میں پہلی بار آپ کی زبان سے اتنا بازاری جملہ سن رہا ہوں۔'' حمید نے تحیر آمیز لہجے میں کہا۔

''لفظ پھانسو! بھی میں نے اُس کی دولت ہی کے سلسلے میں استعمال کیا ہے۔''

حمید کی حیرت بڑھتی جارہی تھی۔ کیونکہ وہ فریدی سے اس قسم کے خیالات کی توقع نہیں رکھتا تھا۔

اندھیرے میں گھونسہ

جہانگیر پیلس کا وسیع ہال برقی قمقموں سے جگمگا رہا تھا۔ آرکسٹرا کی لچکیلی دھنیں فضا میں منتشر ہورہی تھیں۔ آج یہاں نوروز کی دعوت کے سلسلے میں ایک عظیم الشان تقریب منعقد ہونے والی تھی۔ شہر کے اعلیٰ طبقے کے لوگ مدعو کئے گئے تھے۔ ان میں فریدی اور حمید بھی تھے۔ ان دونوں کے داخل ہوتے ہی اکثر اطراف سے انگلیاں اٹھنے لگی تھیں۔ شہر کے اونچے طبقے کے بیشتر لوگ فریدی سے اچھی طرح واقف تھے اور اُس سے متعارف ہونے کے متمنی رہا کرتے تھے۔ خوب صورت مردوں سے فلرٹ کرنے والی امیر لڑکیاں تو خاص طور پر اُس کی طرف توجہ دیتی تھیں۔ لیکن وہ ان کی طرف سے کچھ اس طرح بے نیازی ظاہر کرنے کا عادی ہوگیا تھا جیسے وہ خود ہی انہیں کی جنس سے تعلق رکھتا ہو۔

اس دعوت میں شرکت کے اہتمام کے سلسلے میں حمید نے تو ریکارڈ ہی توڑ دیا تھا۔ تقریباً دو گھنٹے کے بعد وہ غسل خانے سے برآمد ہوا تھا اور پھر اُس نے دو ہی گھنٹے لباس کے انتخاب اور استعمال میں صرف کئے تھے...... اس دوران میں لیڈی جہانگیر سے اُس کی گاڑھی چھننے لگی تھی لیکن معاملات ابھی تک محض دوستی ہی کے دائرے میں تھے۔ حمید کو فریدی کا یہ خیال قطعی لغو معلوم ہونے لگا تھا کہ وہ ایک آوارہ عورت ہے۔ حمید نے اُس کے ساتھ کئی راتیں نائٹ کلبوں اور رقص گاہوں میں گذاری تھیں۔ لیکن ابھی تک کوئی ایسی بات اُس کے مشاہدے میں نہیں آئی تھی جس کی بناء پر وہ اُسے آوارہ کہہ سکتا۔ اُس کا ہر ملنے والا اُس سے عزت اور تکریم سے پیش آتا تھا۔ حالانکہ اُس کے ملنے والوں میں سبھی جوان اور اُس کے ہم عمر تھے۔ لیکن حمید نے اُن میں سے کسی کی آنکھوں میں اُس کے لئے جنسی بھوک نہیں دیکھی تھی۔

فریدی اس دوران میں بہت زیادہ مصروف رہا تھا۔ لیکن اُس نے اپنی مصروفیت کے متعلق کوئی ڈھنگ کی بات حمید کو نہیں بتائی۔ ادھر کچھ دنوں سے اُن عجیب وغریب وارداتوں کا سلسلہ بھی ختم ہو گیا تھا لیکن پچھلی لاشوں کے سلسلے میں ابھی تک اخبارات میں بیانات شائع ہو رہے تھے اور شہر میں کافی سنسنی تھی۔ حمید بدستور اُس لمبوترے چہرے والے کی تلاش میں تھا اور ابھی تک وہ اس بات کا بھی فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ دوبارہ مل جانے کی صورت میں وہ اُس کے ساتھ کیسا برتاؤ کرے گا۔

آرکسٹرا کی گت بند ہو گئی اور ہال میں صرف قہقہے سنائی دیتے رہے۔ ہلکی ہلکی نسوانی چیخیں گونجتی رہیں۔ ابھی پہلا راؤنڈ شروع نہیں ہوا تھا۔ رقص سے پہلے جمناسٹک کا پروگرام تھا۔ دو ماہر فن چینیوں اور اُن کے ساتھ ایک خوردسال لڑکے نے محیر العقول کرتب دکھانے شروع کیے۔ ہال تالیوں اور تحسین آمیز شور سے گونجتا رہا۔

ایک گھنٹے بعد رقص شروع ہوا۔ لیڈی جہانگیر اس وقت قریب قریب سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔ پہلے راؤنڈ میں وہ اپنی ہی قوم کے ایک نوجوان کے ساتھ ناچتی رہی۔ حمید ایک اینگلو انڈین لڑکی کا ہم رقص تھا اور فریدی...... اُس نے تو ایسی حرکت کی تھی کہ رقص کرنے والے بہتیرے نوجوان جوڑے اب تک اُس پر ہنس رہے تھے۔ وہ ایک ادھیڑ عمر عورت کے ساتھ ناچ

رہا تھا۔

''تمہارا ساتھی بڑا ستم ظریف ہے۔'' حمید کی ہم رقص اُس سے بولی۔

''ستم رسیدہ بھی ہے۔'' حمید نے پرخواب آنکھوں سے اُس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

''کیوں......؟''

''بچپن ہی میں ماں کے سائے سے محروم ہو گیا تھا۔'' حمید ہنس کر بولا۔ ''اسی لئے اُسے بوڑھی عورتیں زیادہ پسند آتی ہیں۔''

''اُس کی آنکھیں۔'' ہم رقص تھوک نگلتی ہوئی بولی۔ ''اُس کی آنکھوں میں کیا ہے۔ میں اُس سے آنکھیں نہیں ملا سکتی۔ میرا خیال ہے کوئی عورت اُس کی آنکھوں میں نہیں دیکھ سکتی۔''

''میں اُسے سیاہ عینک استعمال کرنے کا مشورہ دوں گا۔'' حمید اپنی گرفت مضبوط کرتا ہوا بولا۔ ہم رقص کی پیشانی اُس کے شانے پر تھی۔

''میں نے تمہیں ایک بار ہائی سرکل نائٹ کلب میں دیکھا تھا۔'' ہم رقص گنگنائی۔

''ایک کیا......سینکڑوں بار دیکھا ہوگا۔''

''میں تو وہاں صرف ایک ہی بار جا سکی ہوں۔''

''میرے ساتھ روز چلا کرو۔''

پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا۔ لوگ گیلری میں لگی ہوئی میزوں پر آ بیٹھے۔ میزوں پر عمدہ قسم کی کاک ٹیل موجود تھی۔ حمید تنہا رہ گیا۔ اُس کی ہم رقص کسی دوسری میز پر چلی گئی تھی۔ فریدی اپنی ادھیڑ ہم رقص کے ساتھ حمید کی میز پر آ بیٹھا۔ حمید سمجھ گیا کہ وہ دوسرے راؤنڈ میں بھی اُسی کے ساتھ رقص کرے گا۔

''مادام فلو بیٹر۔'' فریدی نے حمید سے تعارف کرایا۔ ''اور یہ میرے ساتھی مسٹر حمید۔''

دونوں نے رسمی جملے دہرائے۔

''لیڈی جہانگیر نے بڑی اچھی کاک ٹیل مہیا کی ہے۔'' ادھیڑ عورت اپنے ہونٹوں پر زبان پھیرتی ہوئی بولی۔

''ہم دونوں کاک ٹیل پی کر ہمیشہ نزلے زکام میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔'' فریدی نے کہا۔

''عجیب بات ہے۔'' عورت نے کہا اور اپنا گلاس بھرنے لگی۔

اتنے میں لیڈی جہانگیر آ گئی۔

''آپ لوگ نہیں پی رہے ہیں؟'' وہ اپنے مخصوص انداز میں مسکرائی۔

''ہم لوگ اس وقت صرف کافی پینے کے عادی ہیں۔'' فریدی نے ہنس کر کہا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ لوگ شراب پیتے ہی نہیں۔''

''ممکن ہے آپ کا خیال درست ہو۔''

''ٹھہریئے! میں کافی منگواتی ہوں۔''

''تکلیف کی ضرورت نہیں۔'' فریدی نے اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیا اور حمید نے لیڈی جہانگیر کی جھرجھری محسوس کر لی۔

''تکلیق قی...... تکلیف کی کیا بات۔'' لیڈی جہانگیر تھوک نگلتی ہوئی بولی۔ پھر اُس نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر کافی لانے کو کہا۔

''اس شہر میں آپ سے زیادہ سلیقہ مند عورت مجھے نہیں نظر آئی۔'' فریدی کی ہم رقص لیڈی جہانگیر سے بولی۔

''نہیں تو...... میں تو بالکل گنوار ہوں۔'' لیڈی جہانگیر نے قہقہہ لگایا۔

''اس قسم کی کاک ٹیل میں نے زندگی میں ایک ہی بار پی تھی۔'' مادام بیٹر نے کہا۔ ''ڈچیز آف واگھان کی کاک ٹیل پارٹی میں اسپین والوں کا سلیقہ بھی اس سلسلے میں مشہور ہے۔ لیکن میں نے وہاں بھی ایسی کاک ٹیل نہیں چکھی......''

''میرا خیال ہے کہ آپ کا پیشہ......!'' لیڈی جہانگیر فریدی کی طرف مخاطب ہوگئی۔ ''آپ کو شراب نوشی سے باز رکھتا ہے۔''

''ضروری نہیں! بس یونہی پینے کو دل نہیں چاہتا۔''

''حالانکہ میں تھوڑی بہت پیتی ہوں۔'' لیڈی جہانگیر نے کہا۔ ''لیکن نہ جانے کیوں مجھے وہ لوگ پسند ہیں جو نہیں پیتے۔''

''میں بھی نہیں پیتا۔'' حمید آہستہ سے بولا اور لیڈی جہانگیر ہنسنے لگی۔

''واقعی حمید صاحب بہت زندہ دل آدمی ہیں۔''

کافی آگئی اور لیڈی جہانگیر اٹھ کر دوسرے مہمانوں کی میز پر جا بیٹھی۔

فریدی کی ہم رقص بھی اٹھنے لگی۔

''میں دوسرے راؤنڈ کے لئے بھی آپ ہی سے استدعا کروں گا۔'' فریدی نے اُس سے کہا۔

مادام فلوبیٹر ایک لمحہ اُسے میٹھی نظروں سے دیکھتی رہی پھر مسکرا کر بولی۔ ''راؤنڈ شروع ہوتے ہی میں آجاؤں گی۔''

حمید اُس کے جانے کے بعد تحقیر آمیز انداز میں مسکرانے لگا۔

''حقیقتاً آپ نے اپنی زندگی برباد کرلی ہے۔'' اس نے کہا۔

''لیکن میں نے کبھی تمہیں اس کی رائے نہیں دی۔''

''یہاں کئی خوبصورت لڑکیاں آپ کی ہم رقص بننے کی متمنی نظر آرہی تھیں۔''

''ہوسکتا ہے۔'' فریدی نے کہا اور سگار سلگانے لگا۔

''لیکن آج میں اس کی وجہ پوچھ کر ہی رہوں گا۔''

''کس کی وجہ؟''

''میں شروع ہی سے اس بات کا اندازہ لگا رہا ہوں کہ آپ ایسے موقعوں پر زیادہ تر بوڑھی عورتوں کو تلاش کرتے ہیں۔''

فریدی مسکرا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

''بتایئے نا......!'' حمید نے پھر کہا۔

''پہاڑی ندیوں کو کبھی کبھی آبشار بھی کہتے ہیں۔'' فریدی بولا۔

''پانچویں درجے کی جغرافیہ کی کتاب میں میں نے بھی یہی پڑھا تھا لیکن میں اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔''

''کسی فلمی رسالے کے سوال و جواب کے ایڈیٹر سے رجوع کرو۔''

''بولئے۔''

''پہلا ہی جواب ٹھیک ہے۔''

''آپ کو بتانا پڑے گا۔''

''میں مرد آدمی ہوں نا۔'' فریدی اکتا کر بولا۔ ''کسی ایسی عورت کے ساتھ رقص نہیں کر سکتا جو میری جنسیت کو متحرک کر دے۔''

''تو لنگوٹی باندھ کر کسی برگد کے درخت کے نیچے دھونی رمائیے۔ کسی رقص گاہ میں آپ کا کیا کام؟''

''فرزند میں یہاں تفریحاً نہیں آیا۔''

''کیا مطلب......؟''

''مطلب یہ کہ اسی بھیڑ میں وہ لمبوترے چہرے والا بھی موجود ہے۔''

''کہاں......؟'' حمید بے ساختہ کھڑا ہو گیا۔

''تشریف رکھئے! بوکھلاہٹ مجھے پسند نہیں۔''

''میں سچ کہتا ہوں کہ اگر وہ بچ کر نکل گیا......!''

''بکومت......!'' فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے بٹھا دیا۔ ''تمہارے فرشتے بھی اُسے نہیں پہچان سکتے۔''

''میرے فرشتے اتنے بدھو نہیں۔''

''اچھا تو جاؤ ڈھونڈ ہی لو اُسے۔'' فریدی کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتا ہوا بولا۔

''کیا وہ اس وقت یہیں ہال میں موجود ہے۔''

''قطعی......!''

حمید نے پورے ہال کا چکر لگا ڈالا۔ لیکن لمبوترے چہرے والا کہیں نہ ملا۔

''آپ مذاق کر رہے ہیں۔'' واپسی پر اُس نے فریدی سے کہا۔

''میں قطعی سنجیدہ ہوں۔''

''تو پھر بتائیے نا کہ کہاں ہے؟''

''پہلے تم وعدہ کرو کہ ہاتھ پیر قابو میں رکھو گے؟'' فریدی نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

میں وعدہ نہیں کر سکتا۔" حمید بولا۔

"تو پھر مجبوری ہے۔"

"آپ بھی نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔"اس میں مجبوری کی کیا بات"

"میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ یہاں اُس کی موجودگی کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔"

"تو یہ اتنا الجھا ہوا معاملہ ہے کہ آپ کو باقاعدہ دیکھنا پڑے گا" حمید بگڑ کر بولا۔

"آہستہ فرزند من۔" فریدی اُس کا شانہ تھپ تھپاتے ہوئے بولا۔"زیادہ بدحواسی اچھی نہیں۔تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ وہ لیڈی جہانگیر کو دوبارہ پکڑنا چاہتا ہے۔"

"ظاہر ہے۔"

"اس لئے اُس نے اتنا شاندار میک کیا ہے۔" فریدی زہر خند کے ساتھ بولا۔"اور وہ اتنی بھیڑ میں اسے اغوا کرے گا۔"

"پھر آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟"

"میں فی الحال صرف سوچنا چاہتا ہوں۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"تو سوچئے۔" حمید نے کہا اور پیر پٹخ کر کھڑا ہو گیا۔ اُسے الجھن ہو رہی تھیں۔ آج کئی دنوں کے بعد فریدی پھر چونکا تھا۔ ورنہ اس دوران میں اُس نے ایک بار بھی اُن واقعات کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ حالانکہ کئی اخبارات نے محکمہ سراغ رسانی پر طنز بھی کیے تھے۔ ایسے مواقع پر فریدی خاص طور پر چاق و چوبند نظر آنے لگتا تھا۔ لیکن اس بار ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ایک کان سے سن کر دوسرے کان سے اڑا دینے والے محاورے کو سچ مچ عملی جامہ پہنا رہا ہو اور اب اس وقت اچانک اُس نے پھر کروٹ بدلی تھی۔ حمید چند لمحے کھڑا اُسے گھورتا رہا پھر بیٹھ گیا۔

"جاؤ پھر تلاش کرو۔" فریدی کے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

"آپ سے خدا ہی سمجھے۔" حمید نے بیزاری سے کہا اور منہ پھیر کر بیٹھ گیا۔

دوسرے راؤنڈ کے لئے موسیقی شروع ہو گئی تھی۔ لوگ آہستہ آہستہ اٹھ رہے تھے۔ اتنے میں لیڈی جہانگیر حمید کے قریب سے گذری۔

"کیا میں آپ سے درخواست کر سکتا ہوں۔" حمید نے اس سے کہا۔

''ضرور ضرور......!'' وہ ہنس کر بولی۔ ''لیکن میں دو منٹ بعد حاضر ہوسکوں گی۔ ابھی تک جنجر کی بوتلیں نہیں آئیں۔ کچھ کم پڑگئی ہیں۔''

وہ تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ فریدی کی معمر ہم رقص آگئی تھی۔ فریدی اُسے بازوؤں میں لے کر رقاصوں کی بھیڑ میں گم ہوگیا۔ حمید میز پر ٹک کر اپنا پائپ سلگانے لگا۔

آرکسٹرا "Kiss me! Kiss me! Naughty boy" بجا رہا تھا اور کئی جوڑوں نے اس پر عمل بھی شروع کر دیا تھا۔ حمید کی نظریں فریدی کو ڈھونڈنے لگیں اور پھر جیسے ہی وہ اُسے دکھائی دیا حمید اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔ اُس کی بوڑھی ہم رقص بار بار اُس کی طرف اپنے ہونٹ بڑھا رہی تھی اور وہ کچھ اس طرح کے منہ بنا رہا تھا جیسے اُسے ابکائیاں آ رہی ہوں۔

حمید کی نظر برابر اُن کا تعاقب کر رہی تھی۔ ایک بار تو اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے دونوں زمین پر آ رہیں گے۔ وہ بے تحاشہ ہنس رہا تھا۔ اتنے میں لیڈی جہانگیر آ گئی۔

''خیریت......؟'' وہ حمید کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ حمید نے فریدی کی طرف اشارہ کیا اور وہ بھی ہنسنے لگی۔

''اتنا عجیب وغریب آدمی میں نے آج تک نہیں دیکھا۔'' لیڈی جہانگیر نے کہا۔ ''میں نے پہلے بھی ان کے تذکرے سنے تھے۔ حمید صاحب اس شہر میں یہ تنہا آدمی ہیں جن کے متعلق اونچے طبقے کی عورتیں اور لڑکیاں بہت زیادہ باتیں کرتی ہیں۔ اتنا دولت مند آدمی اور ایک معمولی انسپکٹر۔ اتنا حسین اور صحت مند آدمی، پھر بھی جوان عورتوں کی دوستی کا خواہش مند نہیں۔ آج ساری لڑکیاں اس کی ہم رقص بننے کی متمنی تھیں۔''

''کیا آپ کے دل میں بھی یہ خواہش پیدا ہوئی تھی۔'' حمید نے پوچھا۔

''قدرتی بات ہے۔''

''تو آئیے...... میں بھی اُن سے کم عجیب نہیں ہوں۔'' حمید اُس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اُسے رنگ کی طرف لے جاتا ہوا بولا۔ ''میری عمر ایک سو ستر سال ہے پھر بھی میں پچیس سال سے زیادہ کا نہیں معلوم ہوتا۔ میں نے نقلی دانت نکلوا کر اصلی دانت لگائے ہیں۔ ایک بندر سے غدودوں کا تبادلہ کیا ہے۔ بندر تندرست اور بخیریت ہے۔ البتہ میں آج کل درختوں پر چڑھنے کی

مشق کر رہا ہوں اور بندر نے کوئلے کا بیوپار کر لیا ہے۔''

لیڈی جہانگیر دوہری ہوئی جا رہی تھی۔ حمید کی گرفت مضبوط ہوگئی اور وہ آہستہ سے بولا۔
''کیا میں کم عجیب ہوں لیکن پھر بھی اتنا عجیب نہیں ہوں کہ کسی بوڑھی عورت کو ہم رقص بنا کر جوان عورتوں کی توہین کروں۔''

''اس میں تو شک نہیں۔'' لیڈی جہانگیر مسکرا کر بولی۔ ''اس وقت بہتیری جوان عورتیں زخمی سانپوں کی طرح بل کھا رہی ہیں۔''

''کیا کسی جوان عورت سے اُن کی دوستی نہیں؟'' لیڈی جہانگیر نے پوچھا۔

''نہیں! لیکن یہ جانے کیوں آپ کی طرف بہت شدت سے جھک رہے ہیں۔''

''اوہ......آپ مجھے بیوقوف بنا رہے ہیں۔ اگر یہ بات ہوتی تو وہ کم از کم ایک بار ضرور مجھ سے رقص کی درخواست کرتے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اسی عورت کے ساتھ آخیر تک رقص کرتے رہیں گے۔''

''چھوڑیئے اُن کا تذکرہ۔ اتنے عرصے سے میرا اُن کا ساتھ ہے لیکن میں بھی اب تک انہیں نہیں سمجھ سکا......اور......!''

حمید اور کچھ کہنے جا رہا تھا کہ دفعتاً ہال کے سارے قمقمے بجھ گئے اور ساتھ ہی حمید کے جبڑے پر ایک گھونسہ پڑا اور اُسے ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے لیڈی جہانگیر کو گھسیٹ لیا تھا۔ ہال میں متواتر چیخیں گونجنے لگیں۔ پھر حمید نے اندھیرے میں لیڈی جہانگیر کی چیخ صاف پہچانی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کسی کی گرفت سے نکلنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اندھیرے میں کسی کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور سارا ہال دھماکے سے گونج اٹھا۔ چیخیں اور تیز ہوگئیں۔ عجیب انتشار اور بے چینی پھیل گئی تھی اور پھر اُس پر سے اندھیرا۔ حمید دیوانہ وار دوسروں سے ٹکراتا پھر رہا تھا اُس کے ذہن میں لمبوترا چہرہ ناچنے لگا تھا۔ اگر اُس وقت اُسے فریدی مل جاتا تو وہ نہ جانے کتنی سلواتیں سنا کر رکھ دیتا۔

پھر کئی ٹارچوں کی روشنیاں اندھیرے میں چمکنے لگیں۔ لوگ ابھی تک چیخ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ہال میں پھر روشنی ہوگئی اور حمید نے ایک دل ہلا دینے والا منظر دیکھا۔ ہال کے

فرش پر کئی عورتیں بے ہوش پڑی تھیں اور بہتیری کھڑی چیخ رہی تھیں۔ کسی کا ہار گم ہوا تھا اور کسی کے بالوں کے جڑاؤں کلپ..... حمید لیڈی جہانگیر کو تلاش کر رہا تھا۔

چہرہ در چہرہ

حمید فریدی کو بھی ڈھونڈھ رہا تھا۔ پوری بلڈنگ میں زلزلہ سا آ گیا تھا۔ لیڈی جہانگیر کے ملازمین بدحواسی میں ادھر اُدھر دوڑتے پھر رہے تھے۔ انہیں بھی لیڈی جہانگیر کے غائب ہو جانے کا حال معلوم ہو گیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد لیڈی جہانگیر مل گئی۔ وہ پائیں باغ کے پھاٹک پر بے ہوش پڑی تھی۔ اُس کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا۔ لباس کئی جگہ سے پھٹا ہوا تھا اور بال بے ترتیبی سے اُس کے چہرے پر بکھرے ہوئے تھے۔

کسی نے ڈاکٹر کو فون کر دیا تھا اور ساتھ ہی پولیس کو بھی پولیس والے اور ڈاکٹر ساتھ ہی پہنچے۔

فریدی کا اب تک کہیں پتہ نہ تھا۔

پولیس انسپکٹر حمید کو پہچان کر اُس کی طرف بڑھا۔

''میں یہاں موجود تھا لیکن ہنگامے کی وجہ سے اتنا ہی بے خبر ہوں جتنے کہ آپ۔'' حمید نے کہا۔

پھر اُس نے سارے واقعات بتا کر کہا۔ ''لیڈی جہانگیر میری ہم رقص تھی۔''

''اور اُسی وقت یہ حادثہ پیش آیا۔'' سب انسپکٹر طنزیہ انداز میں مسکرایا۔

''تم صرف رپورٹ لکھ کر واپس جاسکتے ہو۔'' قریب ہی سے آواز آئی۔

دونوں چونک کر پلٹے۔ فریدی اپنے ہونٹوں سے سگار نکال رہا تھا۔

''بے ہوش عورتوں کے بیانات لو۔'' اُس نے کہا۔ ''اور اُن عورتوں کے بھی جن کے زیورات چھینے گئے ہیں۔''

''بہت بہتر۔'' سب انسپکٹر نے آہستہ سے کہا اور وہاں سے ہٹ گیا۔

''حمید فریدی کو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہا تھا۔

''آخر نکل گیا ناوہ۔'' وہ ہانپتا ہوا بولا۔

''میں اُسے پکڑنے کے لئے تو نہیں آیا تھا۔'' فریدی نے مسکرا کر جواب دیا۔

''کیا یہ ایک بدنما داغ نہیں کہ ہماری موجودگی میں۔''

''ہم فرشتے تو نہیں۔''

''افروز زخمی ہوگئی ہے۔''

''میں جانتا ہوں۔'' فریدی بجھا ہوا سگار سلگا کر بولا۔

''پھر بھی آپ۔''

''تو آپ ہی جا کر ہاتھ پیر ماریئے نا۔'' فریدی طنز آمیز لہجے میں بولا۔ ''میں تو نکما ہوگیا ہوں۔''

''اچھا یہ بات ہے۔'' حمید مٹھیاں بھینچ کر بولا۔ چند لمحے فریدی کو تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر تیزی سے چلتا ہوا وہاں آیا جہاں سب انسپکٹر بیانات لے رہا تھا۔

بیہوش عورتیں ہوش میں آ چکی تھیں۔ ان کی بھی کوئی نہ کوئی چیز غائب ہوگئی تھی۔ ڈاکٹر نے اُن کی بے ہوشی کی وجہ ڈر بتائی تھی۔ لیڈی جہانگیر کو بھی ہوش آ گیا تھا۔ ڈاکٹر نے اُس کی پیشانی کے زخم کی مرہم پٹی کر دی تھی۔ اُس نے حمید کو الگ بلا کر کہا۔

''میں سب کے سامنے اپنا بیان نہیں دوں گی۔''

''کیوں......؟''

''بات ہی ایسی ہے۔ سب کے سامنے ذلیل ہونا نہیں چاہتی۔''

حمید استفہامیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

''آج بھی کچھ لوگ مجھے اٹھا لے جانے کی کوشش کر رہے تھے۔''

''اوہ......!'' حمید بے چینی سے بولا۔ ''کسی کو پہچانا آپ نے؟''

''نہیں......!''

''اپنے سب مہمانوں کو پہچانتی ہیں آپ؟''

''نہیں کیوں......!''

''میں یہ دیکھنا چاہتا ہوں کہ ان میں سے کون کون غائب ہے۔''

''تو کیا مہمان......!''

''جی ہاں...... بہت ممکن ہے کہ مجرم مہمانوں میں مل گئے ہوں۔''

''ہوسکتا ہے...... میں بہتیرے مہمانوں کو نہیں پہچانتی۔ کیونکہ میں نے سر جہانگیر کے وقت کی فہرست کے مطابق دعوتی کارڈ جاری کئے تھے۔''

سب انسپکٹر سب کے بیانات قلمبند کر چکنے کے بعد لیڈی جہانگیر کی طرف متوجہ ہوا۔ ساری عورتیں آج کی دعوت کو بُرا بھلا کہہ رہی تھیں۔ لوٹے ہوئے زیورات کا تخمینہ ڈیڑھ لاکھ کے لگ بھگ تھا۔ پورا ہال ایسا لگ رہا تھا جیسے اُس پر وحشیوں کی کسی فوج نے حملہ کردیا ہو۔ مہمان ابھی تک موجود تھے اور طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہورہی تھیں۔ اُن میں سے کئی محکمہ سراغ رسانی کو بھی بُرا بھلا کہہ رہے تھے کیونکہ محکمے کے دو بہترین افراد کی موجودگی میں یہ سب کچھ ہوا تھا۔

اُس کے خواہش کے مطابق لیڈی جہانگیر کا بیان علیحدہ کمرے میں لیا گیا۔ جہاں صرف حمید اور سب انسپکٹر تھے۔

پھر دوسرے مہمانوں سے بھی پوچھ گچھ شروع ہوئی۔ لیڈی جہانگیر کے ملازموں کے بیانات قلم بند کئے گئے۔ ان میں سے چار کو حراست میں بھی لیا گیا۔ حالانکہ لیڈی جہانگیر اُن کی نیک چلنی کی ضمانت دے رہی تھی۔

فریدی سب سے الگ تھلگ پیانو پر کہنیاں ٹیکے مجمعے کا جائزہ لے رہا تھا۔ حمید نے کئی بار اُس کی طرف دیکھا لیکن اُس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ پائی۔ صرف اُس کی عقابی آنکھیں متحرک تھیں۔ جسم اس طرح ساکت تھا جیسے اُس نے کبھی حرکت ہی نہ کی ہو۔

دفعتاً سب انسپکٹر اُس کے قریب آ کر آہستہ سے بولا۔

''اگر اجازت دیجئے تو ان سب کی جامہ تلاشی لی جائے۔''

''تمہاری مرضی! مجھے کوئی اعتراض نہیں۔'' فریدی نے کہا اور جیب سے نیا سگار نکال کر سلگانے لگا۔

سب انسپکٹر نے معذرت کے ساتھ مجمع کے سامنے یہ تجویز پیش کی۔ لوگوں کے چہرے بگڑ گئے۔ کیونکہ وہ سب ذی حیثیت تھے۔ لیکن مجبوری...... اُن میں بعض بلند آواز میں پولیس والوں کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے لیکن اُن کے احتجاج کے باوجود بھی کاروائی شروع کردی گئی۔ حمید پھر جھلا کر فریدی کی طرف بڑھا۔

''کیا وہ ابھی تک یہاں موجود ہے؟'' اُس نے پوچھا۔

فریدی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''پھر آخر آپ کیا سوچ رہے ہیں۔ مجھے بتایئے وہ کون ہے؟''

''تلاش کرلو۔''

حمید پیر پٹختا ہوا ہال سے باہر نکل آیا۔ غصے میں اُسے راستے کا بھی دھیان نہ رہا اور وہ ایک غلط راہداری میں آنکلا اور پھر اپنے اندازے کے مطابق راہداری کے اختتام پر داہنی طرف مڑ گیا۔ وہ جلد از جلد یہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔

دفعتاً تاریکی کے احساس نے اُسے چونکا دیا۔ وہ نہ جانے کدھر نکل آیا تھا۔ چاروں طرف اندھیرا تھا لیکن یہ بھی کوئی راہداری ہی تھی۔ کیونکہ زمین پر بچھی ہوئی چٹائیوں کی وجہ سے خود اُسے اپنے قدموں کی چاپ نہیں سنائی دے رہی تھی۔ وہ واپسی کے لئے مڑ ہی رہا تھا کہ کسی نے تیز قسم کی سرگوشی کی ''ٹھہرو۔''

آواز دور سے آئی تھی لیکن اُس کی گونج صاف بتا رہی تھی کہ بولنے والا راہداری ہی میں ہے۔ حمید رک گیا۔ مگر دوسرے ہی لمحے میں اُسے معلوم ہوگیا کہ مخاطب وہ خود نہیں تھا بلکہ کوئی اور! کیونکہ وہ اب دو آدمیوں کی سرگوشیاں اپنے قریب سے سن رہا تھا۔

''پھاٹک پر بھی پولیس موجود ہے۔''

''پھر......؟''

حمید دیوار سے چپک کر کھڑا ہوگیا اور اپنی پھولتی ہوئی سانس کی آوازوں کو دبانے کی کوشش

کرنے لگا۔ ہال سے وہ شدید غصے کی حالت میں نکلا تھا اور پھر اُس پر تیز رفتاری۔ اُس کی سانسیں تیز ہوگئی تھیں۔

''تلاشیاں شروع ہوگئی ہیں۔'' آواز پھر سنائی دی۔

''میں نکل جاؤں گا۔'' دوسری آواز آئی۔

''اگر پکڑے گئے تو......وہ دونوں مردود بھی موجود ہیں۔''

حمید ہونٹ بھینچ کر سر ہلانے لگا۔

''تو پھر بتاؤ نا......؟''

''کیا بتاؤں؟''

''تم اُلو ہو......میں چہار دیواری پھلانگ کر نکل جاؤں گا۔ یہاں کہیں چھپانا ٹھیک نہیں۔''

''تم جانو......!''

''پھر حمید کے قریب سے دو سائے گذر گئے۔ حمید اندازاً چلتا رہا۔ زمین پر میٹنگ ہونے کی وجہ سے قدموں کی آواز نہیں سنائی دی رہی تھی۔ دوسری راہداری کے سرے پر کسی کمرے کی روشنی پڑ رہی تھی۔ حمید نے وہاں دونوں کی ایک ہلکی سی جھلک دیکھی۔ وہ تیزی سے قدم بڑھانے لگا۔ پھر اُس نے انہیں پائیں باغ میں اترتے دیکھا۔ یہاں اندھیرا تھا۔ البتہ تاروں کی چھاؤں میں اُسے دو سائے دکھائی دے رہے تھے۔ حمید مہندی کی باڑھوں کی آڑ لیتا ہوا اُن کا تعاقب کر رہا تھا۔ لیکن اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کیا کرے گا۔ وہ چیز جسے وہ چھپانا چاہتے تھے نہ جانے اُن میں سے کس کے پاس تھی۔ اگر وہ اُن سے بھڑ گیا تو ممکن ہے کہ ایک تو نکل ہی جائے اور اگر وہ ''ایک'' وہی ہوا جس کے پاس وہ چیز موجود ہے تو ساری محنت اکارت جائے گی۔ اس وقت اُس کے پاس ریوالور بھی نہیں تھا۔ اگر وہ ہال تک جا کر وہاں سے مدد لانے کی کوشش کرتا تو وہ نکل ہی جاتے۔

وہ دونوں چہار دیواری کے نیچے پہنچ چکے تھے۔ پھر اُن میں سے ایک زمین پر بیٹھ گیا اور دوسرا اُس کے کاندھے پر پیر رکھ ہی رہا تھا کہ حمید بے اختیار چیخ پڑا۔ ''خبردار! اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔''

دونوں گھبرا کر کھڑے ہوگئے۔

''ہاتھ اوپر اٹھاؤ'' حمید نے پھر للکارا۔ اُس کے داہنے ہاتھ میں اُس کا فاؤنٹین پن تھا۔ اُسے توقع تھی کہ وہ اندھیرے میں دور سے پستول کی نال ضرور معلوم ہوگا۔ دونوں نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھالئے تھے۔

حمید آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ اُس کی آنکھیں کافی دیر سے اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہوگئی تھیں۔ اُن دونوں میں سے ایک نے وہیں کوئی چیز گرائی تھی جسے حمید نے صاف دیکھا تھا۔

''کیا بات ہے؟'' اُن میں سے ایک بولا۔

''کہاں بھاگ رہے تھے؟'' حمید نے گرج کر پوچھا۔

دونوں خاموش رہے۔

''داہنی طرف مڑو۔'' حمید نے کہا۔ ''اور چل پڑو۔ کوئی حرکت کی تو بھیجا صاف۔''

دونوں چلنے لگے۔ حمید تیزی سے دیوار کے قریب آیا۔

''چلتے جاؤ۔'' اُس نے پھر للکارا۔ گھاس پر پڑی ہوئی پوٹلی اُس کے ہاتھ آ گئی تھی۔

''بائیں مڑو......!'' وہ حلق کے بل چیخا۔ پوٹلی کچھ وزنی تھی۔ اس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔

''وہ مارا......!'' اُس نے دل ہی دل میں کہا اور پھر وہ اُس ڈرامائی وقوعے کے متعلق ہوائی قلعے بنانے لگا جس سے فریدی کو دوچار ہونا تھا۔

پھاٹک کے قریب پہنچ کر اُس نے ان دونوں کو پولیس کانسٹیبلوں کے حوالے کر دیا اور انہیں فاؤنٹین پن دکھاتا ہوا بولا۔ ''دیکھو...... یہ رہا پستول'' پھر وہ قہقہے لگاتا ہوا اندر چلا گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جس طرح فریدی آہستہ آہستہ پوری بات بتا کر دوسروں کو حیرت زدہ کرتا ہے اس وقت وہ بھی وہی طریقہ اختیار کرے گا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے گرفتار شدگان کو اندر لے جانے کی بجائے وہیں چھوڑ دیا تھا۔ حمید حقیقتاً احمق نہیں تھا لیکن اس وقت اُس پر داد خواہی کا بھوت سوار تھا اور ظاہر ہے کہ اُسے یہ داد اُن عورتوں کی طرف سے ملتی جن کے زیورات لوٹے گئے تھے۔ لہٰذا اُس کا اپنی کھوپڑی کی حدود سے نکل جانا برحق تھا۔ اُس نے جلدی میں اُن دونوں کی شکلیں دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی۔

ہال میں ابھی تک لوگوں کی جامہ تلاشی لی جارہی تھی اور حمید نے فریدی کو بدستور پیانو ہی پر پایا۔ وہ پہلے ہی کی طرح اپنی دونوں کہنیاں پیانو پر ٹیکے مجمعے کا جائزہ لے رہا تھا۔

حمید نے زیورات کی پوٹلی اُس کے سامنے ڈال دی اور جھک کر اُس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسے چونک کر پیچھے ہٹ جانا پڑا۔ نہ جانے کیوں اُس کے جسم کی سارے روئیں کھڑے ہو گئے تھے اور سر سے پیر تک ایک ٹھنڈی لہر دوڑتی چلی گئی تھی۔ وہ فریدی کی آنکھیں تھیں یا کسی خوفناک درندے کی۔ اُس نے حمید کو سر سے پیر تک دیکھا اور پھر اُس کی نظریں جواب طلب انداز میں اُس کے چہرے پر جم گئیں۔

''لٹے ہوئے زیورات......!'' حمید آہستہ سے بولا۔

''کہاں ملے؟''

''دو آدمیوں کے پاس سے برآمد کیے۔ وہ حراست میں ہیں۔''

''آہم ......اچھا......!' فریدی نے ایک طویل انگڑائی لی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے وہ گہری نیند سے چونک کر اٹھا ہو۔ پھر اُس نے سب انسپکٹر کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ''ٹھہریئے۔'' مجمع پر سناٹا چھا گیا۔

''لوٹا ہوا مال برآمد کرلیا گیا ہے۔'' اُس نے بلند آواز میں کہا۔

ایک لمحہ خاموشی رہی پھر ہال میں تیز قسم کی بھنبھناہٹ گونجنے لگی۔

لٹی ہوئی عورتیں بے تحاشہ پیانو کی طرف لپکیں۔

''مجھے افسوس ہے۔'' فریدی نے اُن سے کہا۔ ''عدالتی کاروائی شناخت سے قبل نہ تو یہ آپ کو واپس مل سکیں گے اور نہ دکھائے ہی جائیں گے۔''

اس دوران میں بھی اُس کی نظریں مجمع ہی کی طرف رہیں۔

عورتیں بڑبڑاتی ہوئی واپس جارہی تھیں اور فریدی کے رویے سے ظاہر ہو رہا تھا جیسے اُس کے کانوں تک اُن کی آوازیں پہنچ ہی نہیں رہی ہیں۔

''ٹھہریئے۔'' ایک بار پھر فریدی کی آواز گونجی۔ ''آپ......جو باہر جارہے ہیں۔''

حمید کی نظریں بے ساختہ اُس طرف اٹھ گئیں جدھر فریدی نے اشارہ کیا تھا۔ ایک آدمی

دروازے میں کھڑا فریدی کو گھور رہا تھا۔ یہ ایک ادھیڑ عمر کا توانا اور تندرست آدمی تھا۔ حمید اس سے اچھی طرح واقف تھا۔ یہ شہر کے ایک مشہور نائٹ کلب کا منیجر مسٹر ڈاملے تھا۔

''آپ کس کی اجازت سے باہر جارہے تھے؟'' فریدی اُس کی طرف بڑھا۔

''کیا ابھی کوئی اور جھنجھٹ باقی ہے؟'' اُس نے حقارت آمیز لہجے میں کہا۔

''صرف ایک اور......!'' فریدی نے اُس کے بالوں کو مضبوطی سے پکڑ کر جھٹکا دیا اور دیکھنے والوں کو ایسا معلوم ہوا جیسے اُس نے بالوں سمیت اُس کے چہرے کی کھال کھینچ لی ہو۔ خصوصاً حمید کی آنکھوں کے سامنے تو بجلی سی چمک گئی اور اُس کے منہ سے بے ساختہ نکلا......

''لمبوترا چہرہ۔''

دوسرے لمحے میں وہ اچھل کر اُس پر جاپڑا۔ دونوں گتھے ہوئے زمین پر آرہے۔ کبھی حمید اوپر نظر آتا تھا اور کبھی وہ۔ لوگ بدحواسی میں اُن کے گرد اکٹھا ہوتے جارہے تھے۔ لمبوترے چہرے والا لڑنے سے زیادہ نکل بھاگنے کی فکر میں تھا۔ مگر حمید جونک کی طرح لپٹ کر رہ گیا تھا۔ آخرکار پولیس والوں نے اس جدوجہد کا خاتمہ کردیا۔

لمبوترے چہرے والے کو ہتھکڑیاں لگائی جارہی تھیں اور فریدی کی نظریں اب بھی کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں۔

حمید نے پھر آگے بڑھ کر لمبوترے چہرے والے کے منہ پر ایک تھپڑ رسید کردیا۔ پورے ہال میں شاید ہی کوئی ایسا چہرہ رہا ہو جس پر حیرت کے آثار نہ ہوں۔ مسٹر ڈاملے کے قریبی دوست اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہے تھے۔ وہ شخص جسے وہ سالہا سال سے ڈاملے کی شکل میں دیکھتے آئے تھے اُن کے سامنے اجنبیوں کی طرح کھڑا تھا۔

ڈاکٹر نے لیڈی جہانگیر کو آرام کرنے کا مشورہ دیا تھا لیکن جیسے ہی اُس کے کانوں تک اس نئے واقعے کی خبر پہنچی وہ ننگے پیر دوڑتی چلی آئی۔

''ارے یہ مسٹر ڈاملے......؟'' وہ حمید کو مخاطب کرکے بولی۔ ''نہیں یقیناً آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔''

اُس کے قریب کھڑے ہوئے ایک مہمان نے ایک ہی سانس میں سارا واقعہ دہرایا۔

''میرے خدا......!'' وہ تحیر آمیز لہجے میں بولی۔

''آپ نے اس سے پہلے بھی یہ شکل کہیں دیکھی تھی؟'' حمید نے اُس سے پوچھا۔

''نہیں کبھی نہیں...... کہیں نہیں۔'' وہ اپنا چہرہ چھپا کر بولی۔ ''آج میرا گھر بدنام ہوگیا۔''

پھر وہ سسکیاں لے لے کر رونے لگی۔ ''میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ گئی۔''

''اس میں آپ کا کوئی قصور نہیں۔'' حمید نے اُسے تسلی دی۔ ''لٹے ہوئے زیورات بھی مل گئے ہیں۔''

''اوہ......!'' وہ آنسو پونچھ کر حمید کی طرف دیکھنے لگی۔ پھر آہستہ سے بولی۔

''آپ نے میری عزت رکھ لی۔''

قریب ہی ایک لڑکی دوسری سے کہہ رہی تھی۔ ''جس زمین پر ان دونوں کے قدم پڑتے ہیں وہاں کوئی نہ کوئی حیرت انگیز واقعہ ضرور ہوتا ہے۔''

دو فائر

مہمان ایک ایک کرکے رخصت ہو رہے تھے۔ لٹی ہوئی عورتیں دیر تک فریدی اور حمید کو گھیرے رہیں۔ بدقت تمام وہ دونوں اُن سے پیچھا چھڑا سکے۔

''اور وہ دونوں کہاں ہیں؟'' فریدی نے حمید سے پوچھا۔

''باہر......!''

''تو آؤ باہر ہی چلیں۔''

زیورات کے متعلق ضابطے کی کاروائی ہو چکی تھی۔ سب انسپکٹر مجرم سمیت جانے کے لئے تیار تھا۔ وہ بھی فریدی اور حمید کے ساتھ ہی ساتھ باہر نکلے۔ پائیں باغ کے پھاٹک پر کانسٹیبل

موجود تھے۔

''وہ دونوں کہاں ہیں؟'' حمید نے ہیڈ کانسٹیبل کو مخاطب کیا۔

''وہ دونوں...... ہی ہی ہی۔'' ہیڈ کانسٹیبل نے دانت نکال دیئے۔ ''وہ تو کب کے چلے گئے۔''

''کیا......؟'' حمید کان پھاڑ دینے والی آواز میں چیخا۔

''جی ہاں......!' اُس نے سہم کر کہا۔ ''انہوں نے کہا تھا کہ تمہارے سارجنٹ صاحب......!''

''کیا بکواس ہے...... بکو جلدی۔'' حمید جھلا گیا۔

''انہوں نے کہا تھا کہ سرجنٹ صاحب پیئے ہوئے ہیں۔ ہم اُن کے دوست ہیں۔ انہوں نے ہم سے مذاق کیا ہے۔''

''اور تم نے یقین کرلیا......؟'' حمید دانت پیس کر بولا۔

''تو صاحب آپ ہی نے ٹھیک سے بات کی ہوتی؟'' ہیڈ کانسٹیبل کے لہجے میں تلخی تھی۔

''کیا آپ نے اُن کے سامنے فاؤنٹین پن نچا کر اُسے پستول نہیں کہا تھا؟''

حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے کسی نے سر بازار اُس کے سر پر چپت رسید کردی ہو۔ وہ سوچنے لگا کہ حقیقتاً غلطی اسی کی تھی۔ اُس کی اس حرکت پر اُسے شرابی تو کیا پاگل بھی سمجھا جاسکتا تھا۔ اُسے چاہئے تھا کہ مجرموں کو سپرد کرتے وقت کانسٹیبلوں کو سب کچھ سمجھا دیتا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ سب انسپکٹر بھی قریب ہی کھڑا تھا۔

''کیا بات ہے؟' اُس نے حمید سے پوچھا۔

حمید ہنسنے لگا۔

''کوئی بات نہیں۔'' اُس نے کہا۔ ''میں نے اپنے دوستوں سے مذاق کیا تھا۔ لیکن وہ ادھورا ہی رہ گیا۔''

''اچھا......!'' سب انسپکٹر ہنسنے لگا۔ ''پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔'' وہ مجرم کہاں ہیں جنہیں آپ نے پکڑا تھا''

''ان کا مسئلہ فی الحال ٹیڑھا ہے۔'' فریدی نے کہا جو اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ حمید سے

اس سلسلے میں ضرور کوئی حماقت ہوگئی ہے۔

''لیکن میری رپورٹ......؟'' سب انسپکٹر نے کہا۔

''وہ تو میرے خیال سے ابھی تک نامکمل ہی ہوگی۔''

''جی ہاں۔''

''تو اُسے اس طرح مکمل کرو کہ لوٹا ہوا مال لے کر مجرم فرار ہونے کی کوشش کررہے تھے کہ کانسٹیبلوں نے انہیں جالیا۔ کافی دیر تک جدوجہد ہوتی رہی اور وہ لوٹا ہوا مال چھوڑ کر فرار ہوگئے۔''

''مگر......!''

''میں انہیں اپنے طور پر حاضر کروں گا۔'' فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ ''اُن کا ہاتھ اس سے بھی گہرے بعض معاملات میں رہا ہے۔ اب تم جاسکتے ہو۔ لیکن رپورٹ اُسی طرح مکمل کرنا جیسے میں نے کہا ہے۔''

سب انسپکٹر نے لمبوترے چہرے والے کو پولیس کی لاری میں سوار کرادیا، جو فریدی اور حمید کو کھا جانے والے انداز میں گھور رہا تھا۔

اُن کے چلے جانے کے بعد فریدی حمید کی طرف پلٹا۔

''ہاں اب تم بک چلو......!'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

حمید نے اٹک اٹک کر پورا واقعہ دہرا دیا۔

''نہ جانے تمہارا بچپن کب رخصت ہوگا۔'' فریدی نے آہستہ سے کہا اور کوٹھی کی طرف بڑھ گیا۔

وہ دونوں پھر اُسی ہال میں آئے۔ یہاں کی ابتری دیکھ کر کوئی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ کچھ دیر قبل یہاں رنگ رلیاں منائی جاتی رہی ہوں گی۔ ہال کے وسط میں لیڈی جہانگیر خاموش کھڑی تھی۔ ایسا معلوم ہورہا تھا جیسے اُسے سکتہ ہوگیا ہو۔ فریدی اور حمید اُس کے قریب پہنچ کر رک گئے۔ لیکن اُس کی حالت میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔ وہ خلاء میں نظریں جمائے کھڑی تھی۔

''مجھے آج کے حادثے پر افسوس ہے محترمہ......!'' فریدی نے کہا۔

لیڈی جہانگیر چونک پڑی۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک بے جان سی مسکراہٹ پھیل رہی تھی۔

پھر وہ ایک ٹھنڈی سانس بھر کر فریدی کی طرف پر خیال انداز میں دیکھنے لگی۔

''میں نے آپ سے پہلے ہی کہہ دیا تھا۔'' فریدی پھر بولا۔ ''لیکن آپ کر بھی کیا سکتی تھیں۔''

''میں ڈاملے کو عرصے سے جانتی تھی۔''

''ہم بھی جانتے تھے۔'' فریدی نے کہا۔ ''لیکن اُس کی دوسری حیثیت آج ظاہر ہوئی۔''

''آپ اُسی کی قید میں تھیں۔'' حمید بولا۔

''اب سارے معاملات میری سمجھ میں بھی آرہے ہیں۔'' لیڈی جہانگیر نے کہا۔

''کیا......؟'' فریدی نے اپنی نیند سے بوجھل آنکھیں اوپر اٹھائیں۔

''وہ عرصہ سے مجھ سے شادی کا خواہش مند تھا۔''

''اوہ! تب تو معاملہ صاف ہے۔''

''کیا......؟''

''اُس نے پہلی بار اسی مقصد کے حصول کے لئے آپ کو مقید کیا تھا۔''

''لیکن......!'' وہ فریدی کی طرف دیکھ کر رہ گئی۔

فریدی استفہامیہ انداز میں اُسے دیکھ رہا تھا۔

''لیکن اس طرح اُس کی مقصد براری کیونکر ہوتی۔ ظاہر ہے کہ وہ اپنی دوسری حیثیت مجھ پر نہ ظاہر کرتا۔''

''ٹھیک ہے لیکن ڈاملے کی حیثیت سے وہ آپ کو اتنا زیرِ بار احسان ضرور بنا سکتا تھا۔''

''کس طرح؟''

''ڈاملے کی شکل میں آپ کو اپنی ہی قید سے رہائی دلا کر۔''

''اوہ......!'' اُس نے فریدی کی طرف تحیر آمیز نظروں سے دیکھا۔ ''لیکن اب میں کیا کروں۔ میرا گھر تو آج بدنام ہی ہو گیا۔''

''اس کی فکر نہ کیجئے۔ یہاں کا کوئی اخبار اس حادثے کے متعلق کچھ نہیں لکھ سکتا اور آپ کے مہمانوں کی غلط فہمی رفع کرنے کی بھی کوشش کی جائے گی۔''

''میں کس زبان سے آپ کا شکریہ ادا کروں۔''

''کسی سے بھی نہیں۔'' حمید ہنس کر بولا۔ ''ہم یہ سب کچھ اخلاقاً نہیں کرتے بلکہ مجبوراً کریں گے۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھی۔'' افروز کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

فریدی نے بھی حمید کو گھور کر دیکھا۔

''دوستوں کے لئے مجبوراً پاپڑ بیلنے پڑتے ہیں۔'' حمید نے جلدی سے کہا۔

''اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ میری وجہ سے آپ لوگوں کو بڑی تکلیف اٹھانی پڑی۔'' افروز آہستہ سے بولی۔

''خیر...... میں بھی آپ ہی کی طرح رسمی باتوں کا قائل نہیں۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میں نے آپ کے یہاں مستقل طور پر دو کانسٹیبلوں کی ڈیوٹی کا انتظام کر دیا ہے۔''

''میں کس زبان سے۔''

''پھر آپ نے وہی رسمی بات چھیڑی۔'' فریدی پھر مسکرایا۔ ''اگر آپ ضروری سمجھتی ہوں تو آج رات حمید صاحب بھی یہاں رہ سکتے ہیں۔''

''بہت بہت شکریہ۔''

فریدی بے تحاشہ ہنسنے لگا۔

''دیکھئے! میں نہ کہتا تھا کہ ہر آدمی کبھی نہ کبھی رسمی باتیں کرنے پر مجبور ہو ہی جاتا ہے۔''

''بخدا یہ میرے حقیقی جذبات ہیں۔'' افروز نے سنجیدگی سے کہا۔

''خیر اچھا...... میرے لائق کوئی اور خدمت......؟''

''آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں۔''

''پھر وہی رسمی جملہ......!''

''میں آپ سے معافی چاہتی ہوں۔'' افروز ہنس کر بولی۔

''اچھا تو حمید صاحب...... شب بخیر۔'' فریدی نے کہا اور لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا ہال سے باہر نکل گیا۔

''آیئے......!'' افروز تھوڑی دیر بعد بولی۔ ''آپ کچھ پریشان سے نظر آرہے ہیں۔''

''اُوں......!'' حمید چونک پڑا اور بے جان سی ہنسی کے ساتھ کہنے لگا۔ ''مجھے اس کا افسوس ہے کہ میں اس ڈاملے کے بچے کی اچھی طرح مرمت نہ کر سکا۔''

''خیر آیئے! ایک بج رہا ہے۔ آج رات کی نیند تو گئی۔''

''نیند تو مجھے بھی نہ آئے گی۔''

افروز حمید کو ایک کمرے میں لے آئی۔ غالباً یہ اُس کے سونے کا کمرہ تھا۔

یہاں ہر وہ چیز موجود تھی جو ایک آرام طلب اور رنگین مزاج عورت کے سونے کے کمرے میں ضروری ہو سکتی ہے۔

''بیٹھیئے۔'' اُس نے ایک آرام کرسی کی طرف اشارہ کیا اور خود ایک کھڑکی کھول کر اُس کے قریب کھڑی ہو گئی۔

حمید کی نظریں ایک تصویر پر جمی ہوئی تھیں۔ یہ کسی مشاق مصور کا کارنامہ تھا۔ ایک عریاں اور جوان عورت جس کے ہاتھوں اور پیروں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں اور ایک بڑا سا سانپ اُس کے جسم سے لپٹا ہوا اُس کے چہرے پر پھن مارنے کی کوشش کر رہا تھا۔

دفعتاً افروز حمید کی طرف مڑی اور اس کا انہاک دیکھ کر بے ساختہ مسکرا پڑی۔

''کیا یہ تصویر......!'' افروز ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''کسی شریف عورت کی خواب گاہ کے لئے معیوب سمجھی جا سکتی ہے۔''

حمید چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ اُس کی نظریں تو تصویر کی طرف تھیں لیکن ذہن کہیں اور تھا۔ وہ فریدی کے اس عجیب و غریب رویے کے متعلق سوچ رہا تھا جو اُس نے کچھ دیر قبل اختیار کیا تھا۔ صرف وہی نہیں آج رات اس عمارت میں قدم رکھتے ہی حمید نے ایک عجیب قسم کا تغیر محسوس کیا تھا جسے وہ اب تک کوئی معنی نہیں پہنا سکا تھا۔ اُس کے ذہن میں بیک وقت کئی سوال ابھر آئے تھے۔ اس پر افروز کے سوال نے جو بالکل ہی مختلف النوع تھا اُسے ذہنی انتشار میں مبتلا کر دیا۔

''کیا سوچ رہے ہیں آپ......؟'' وہ ہنس کر بولی۔

''کچھ نہیں! میں اسی تصویر کے متعلق غور کر رہا تھا۔''

''تو آپ اسے فحاشی سمجھتے ہیں؟''

''میرا خیال ہے کہ میں اسے آرٹ ہی سمجھنے پر مصر رہوں گا۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

''یہی تو مشکل ہے کہ عام طور پر آرٹ اور فحاشی کے نازک فرق کو بہت کم لوگ سمجھتے ہیں۔''

''میں بہت زیادہ ذہین نہیں ہوں۔'' حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ ''لیکن پھر بھی مجبوری اور جوانی کے اس خوبصورت تخیل کی قدر ضرور کر سکتا ہوں۔''

''حمید صاحب! میں اپنے الفاظ واپس لیتی ہوں۔'' افروز نے سنجیدگی سے کہا۔ ''آپ کی لائین کے لوگ عموماً صرف منطقی ہوتے ہیں۔ لیکن آپ......اوہ میں بھی کہاں بہک رہی ہوں۔ شاید پاگل ہو جاؤں گی۔''

دفعتاً وہ اپنا سر پکڑ کر بستر پر بیٹھ گئی۔

''کیوں کیا ہوا......؟'' حمید بوکھلا کر اٹھتا ہوا بولا۔

''کچھ نہیں۔'' افروز سر اٹھا کر بولی۔ ''وہ کچھ خوفزدہ سی نظر آنے لگی تھی۔''

حمید خاموش ہو گیا۔

''کون کہہ سکتا ہے۔'' وہ آہستہ سے بولی۔ ''کہ یہ میری زندگی کی آخری رات نہیں ہے۔''

''کیوں......؟''

''مجھے کچھ ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے جیسے میری موت قریب ہو۔''

''کمال کرتی ہیں آپ بھی۔'' حمید ہنس پڑا۔

''آپ ہی کے بیان کے مطابق ڈاملے کسی بڑے گروہ کا سرغنہ تھا۔''

''ہاں تو پھر......؟''

''کیا اُس کے ساتھی......وہی حرکت نہیں کر سکتے۔''

''ٹھیک ہے......لیکن میں یہاں جھک مارنے کے لئے تو نہیں رک گیا۔''

افروز خاموش ہو گئی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا۔ فکرمندی اور خوف کے آثار نے اُسے نہ جانے کیوں اور زیادہ حسین بنا دیا تھا۔ اُس کے دونوں ابروؤں کے درمیان ایک نازک سی لکیر ابھر آئی تھی اور ہونٹ قدرے کھل گئے تھے۔ جن سے دانتوں کی چمک جھلکیاں مار رہی تھی۔

''لیکن......!'' وہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

''آپ بیکار پریشان ہیں۔'' حمید نے اُسے تسلی دی۔

''اس وقت ایک خیال اور پیدا ہوا ہے۔'' افروز نے آہستہ سے کہا۔

''وہ کیا......؟''

''میں یہ نہیں کہتی کہ میرا خیال سچ ہی ہو۔لیکن حالات ایسے پیدا ہوئے ہیں کہ اس کے امکانات بھی ہو سکتے ہیں۔''

''آپ تو پہیلیاں لے بیٹھیں۔'' حمید اکتا کر بولا۔

''شاید فریدی صاحب مجھ پر بھی شبہ کر رہے ہیں۔''

''کمال کر دیا......شاید آپ اختلاج قلب کی مریض ہیں۔'' حمید ہنس کر بولا۔

''نہیں حمید صاحب......میں قطعی سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ حالات ہی ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ میں ایسا سمجھنے پر مجبور ہوں۔کیا آپ اُن حالات میں یہ نہ سمجھیں گے کہ میں بھی اُسی گروہ سے تعلق رکھتی ہوں؟''

''کون سے حالات......؟''

''یہاں پر ڈاملے کی موجودگی ......میرا خیال اب بھی یہی ہے کہ وہ مجھ سے شادی کا خواہش مند تھا اور اسی لئے اُس نے یہ حرکت کی۔لیکن آپ کے ذہن میں تو وہ عورتیں بھی ہوں گی جو خواہ مخواہ لوٹی گئیں۔ اگر اُسے صرف مجھے لے جانا تھا تو اُس نے اتنا ہنگامہ کیوں برپا کرایا؟''

''ظاہر ہے کہ اُس نے ایک تیر سے دو شکار کئے۔'' حمید نے کہا۔''آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ وہ اچھے خاصے ڈاکوؤں کا گروہ ہے۔''

''حمید صاحب! آپ مجھے اطمینان نہیں دلا سکتے۔فریدی صاحب کو مجھ پر شبہ ہے۔''

''آخر آپ اتنے وثوق سے کیسے کہہ رہی ہیں؟''

''کیا ابھی انہوں نے رسمی گفتگو کے سلسلے میں میرا مضحکہ نہیں اڑا دیا تھا۔''

افروز نے سنجیدگی سے کہا۔''حالانکہ یہ اس کا موقع نہیں تھا۔''

''اوہ......!'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''آپ اُن کی عادتوں سے واقف نہیں۔ اسی لئے ایسا کہہ رہی ہیں۔ بعض اوقات اُن کی زبان بڑی سفاک ہو جاتی ہے۔''

''مجھے بہلانے کی کوشش نہ کیجئے۔ خیر ہوگا ماریئے گولی۔ میرے لئے یہ کوئی نئی بات نہیں۔ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے کسی نہ کسی الجھن میں ہمیشہ مبتلا رہی ہوں۔''

''میں کس طرح آپ کی غلط فہمی رفع کروں؟'' حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ ''فریدی صاحب دودھ پیتے بچے نہیں ہیں۔ کیا انہوں نے آپ کو پھاٹک پر بے ہوش نہیں دیکھا تھا۔ کیا یہ آپ کی پیشانی کی چوٹ مصنوعی ہے؟''

''کیوں؟ کیا کوئی مجرم اپنا جرم چھپانے کے لئے یہ سب نہیں کرسکتا۔ ایک سراغ رساں یہ بھی تو سوچ سکتا ہے کہ میں نے خود ہی اپنا سر پھوڑ لیا ہوگا۔ محض اس لئے کہ اُس کا شبہ رفع ہو جائے۔''

''واللہ میں آپ سے نہیں جیت سکتا۔'' حمید ہنس کر بولا ''یقیناً آج کل آپ کا معدہ خراب ہے۔ خراب معدے سے اٹھنے والے انجرات ذہن میں الجھن اور دوسروں کی طرف سے بے بنیاد شبہات پیدا کرتے ہیں۔''

''ہوسکتا ہے یہی بات ہو۔'' اُس نے آہستہ سے کہا۔

''ایک صاحب کا واقعہ یاد آرہا ہے۔'' حمید اپنے مخصوص لہجے میں بولا۔ وہ لہجہ جو وہ کوئی لطیفہ سنانے سے قبل اختیار کرتا تھا۔ ''اُن کا معدہ خراب رہا کرتا تھا۔ معدے سے انجرات اٹھ کر ذہن میں پہنچتے اور پھر سارا زمانہ انہیں اپنا دشمن معلوم ہونے لگتا۔ ایک رات انہیں نیند آرہی تھی۔ انجرات برابر اٹھ رہے تھے۔ اچانک اُن کا کتا بھونکنے لگا۔ وجہ خواہ کچھ رہی ہو لیکن اُس کی آواز پر یکا یک اُن کے دماغ نے قلابازی کھائی۔ وہ سوچنے لگے کہ جب ایک آدمی اشرف المخلوقات ہونے کے باوجود بھی احسان فراموش ہوسکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ کسی وقت جانور کا بھی دماغ نہ الٹ جائے۔ ہوسکتا ہے کہ کسی رات اُن کا کتا ہی اُن کی گردن دبوچ بیٹھے۔ جب آدمی کا اعتبار نہیں تو کتے کا کیا بھروسہ۔ وہ تھوڑی دیر تک پڑے الجھتے رہے پھر اٹھے اور کتے کو گھر سے باہر نکال کر دروازہ بند کرلیا لیکن جیسے ہی کمرے میں جانے کے لئے مڑے کتا پیچھے کھڑا دکھائی دیا۔ اب تو سچ مچ اُن پر بدحواسی کا دورہ پڑ گیا۔ بھلا کتا دوبارہ اندر کیسے آگیا۔ اگر وہ اٹھارہ فٹ

اونچی دیوار پھلانگ کر آیا ہے تب تو یقیناً اس کی نیت میں فتور ہے۔ بس پھر کیا تھا حلق پھاڑ پھاڑ کر چیخنا اور دوڑنا شروع کر دیا۔ نتیجے کے طور پر نہ صرف گھر کے دوسرے لوگ بلکہ اڑوس پڑوس والے بھی دوڑ پڑے۔ کافی اودھم رہی۔ بعد کو پتہ چلا کہ انہوں نے کتے کے دھوکے میں بکری کو باہر نکال دیا تھا۔ کتا شروع سے آخیر تک گھر ہی میں رہا تھا۔"

افروز ہنس پڑی۔

"واقعی حمید صاحب! خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کا آپ کا ہر وقت کا ساتھ ہو۔" اُس نے کہا۔

حمید کا وزن کئی پونڈ بڑھ گیا۔

"لیڈی......!"

"افروز......!" وہ احتجاجاً ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"لیکن مجھے مٹھائی زیادہ اچھی نہیں لگتی۔"

"یعنی......؟"

"اس نام پر زبان کی جڑ تک میٹھی ہو جائے گی۔"

"بنانے لگے۔" افروز نے اس انداز میں کہا کہ حمید کا دل دھڑکنے لگا اور وہ سوچنے لگا کہ کہیں "مخرب اخلاق" لٹریچر قسم کی کوئی حرکت نہ ہو جائے۔

"میں سچ کہہ رہا ہوں۔" حمید کی آنکھیں نشیلی ہو گئیں۔

افروز کچھ کہنے ہی والی تھی کہ دفعتاً قریب ہی ایک فائر ہوا اور ٹھیک کمرے کی کھڑکی کے نیچے ہی ایک چیخ سنائی دی۔

افروز اچھل کر حمید پر آ گری۔ وہ بُری طرح کانپ رہی تھی۔ حمید اُسے مسہری پر ڈال کر کھڑکی کی طرف جھپٹا۔ دوسرا فائر ہوا اور گولی کھڑکی کے اوپر لگی۔ حمید کھڑکی بند کر کے دروازے کی طرف بھاگا۔

"کہاں جا رہے ہیں؟" افروز خوفزدہ آواز میں چیخی۔

"ڈرو نہیں۔" حمید نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

کوٹھی کے ملازمین بدحواسی میں عقبی پارک کی طرف دوڑے جا رہے تھے۔

پھر تھوڑی دیر کے بعد حمید نے افروز کی خواب گاہ کی کھڑکی کے نیچے ایک آدمی کو خاک و خون میں لتھڑا ہوا پایا۔ گولی ران میں لگی تھی۔ زخمی کے قریب ہی ایک ریوالور پڑا تھا۔ حمید نے اُسے رومال سے پکڑ کر اٹھایا۔ اُس میں سارے کارتوس موجود تھے۔ نال سے بارود کی بو بھی نہیں آ رہی تھی۔

کچھ دیر بعد افروز بھی وہاں پہنچ گئی۔

''کیا مر گیا.....؟'' وہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

''نہیں بے ہوش ہے۔'' حمید نے پر خیال انداز میں کہا اور آگے بڑھ کر دیوار پر کچھ دیکھنے لگا۔

''یا خدا...... یہ کیا مصیبت ہے۔'' افروز نے کہا اور خود بھی گر پڑی۔ وہ بے ہوش ہو گئی تھی۔

حمید پھر پولیس کو فون کر رہا تھا۔

ایک چال

دوسرے دن انسپکٹر فریدی حمید سے کہہ رہا تھا۔

''ڈاملے حوالات سے فرار ہو گیا۔''

''کیا.....؟'' حمید آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ رات بھر جاگتے رہنے کی وجہ سے یوں بھی اُسکی آنکھیں بند ہوتی جا رہی تھیں۔ ابھی تک جہانگیر پیلس والی فائرنگ کا معمہ بھی حل نہیں ہوا تھا۔ اُس پر اُسے یہ حیرت انگیز خبر سننی پڑی۔ کوتوالی کی مستحکم حوالات سے نکل بھاگنا آسان کام نہیں تھا۔

''یہ ناممکن ہے۔'' وہ خود بخود بڑبڑایا۔

''ناممکن۔'' فریدی اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ ''یہ لفظ نپولین کی ڈکشنری میں نہیں تھا۔''

حمید پھر سوچ میں پڑ گیا۔ حالانکہ ایسے موقع پر کسی سوچ میں پڑنا ہی فضول تھا مگر وہ اپنے اونگھتے ہوئے دماغ کو کیا کرتا جو کسی ایک خیال سے چمٹ کر سو جانا چاہتا تھا۔

''آخر کس طرح نکل گیا......؟'' اُس نے پوچھا۔

''جس طرح میں نے چاہا۔''

''آپ نے؟'' حمید کے اونگھتے ہوئے دماغ نے سنبھالا لیا۔

''ہاں...... میں نے۔'' فریدی پرخیال انداز میں بولا۔ ''اُس سے کچھ اگلوا لینا بہت مشکل کام تھا۔''

''یہ آپ کہہ رہے ہیں؟'' حمید کے لہجے میں تحیر تھا۔

''کیوں...... ظاہر ہے کہ میں اس سلسلے میں اپنے مخصوص طریقے نہیں اختیار کر سکتا تھا کیونکہ سول پولیس نے براہِ راست اُسے پکڑا تھا۔ اگر آدھے گھنٹے کے لئے بھی وہ میرا تہہ خانہ دیکھ لیتا تو اُسے حوالات سے فرار ہونے کا موقع ہی نہ دیا جاتا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''تم تو سو رہے ہو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''پچھلی رات ذرا خوشگوار تھی نا۔''

''پچھلی رات......؟'' حمید دانت پیس کر رہ گیا۔

''کیوں؟'' فریدی کی آنکھوں میں شرارت آمیز چمک تھی۔

''مجھے افسوس ہے کہ وہ بچ کر نکل گیا۔''

''کون......؟'' فریدی نے پوچھا۔

''وہی جس نے اُس پر گولی چلائی تھی۔''

''اچھا زخمی ہونے والا کون ہے؟'' فریدی نے پوچھا۔

''کوئی بھی ہو۔ مجھے اس سے غرض نہیں؟ آپ یہی کہیں گے نا کہ وہ انہیں مجرموں کا ساتھی ہے۔''

''قطعی......وہ بھی ڈاملے کے ساتھیوں میں سے ایک ہے۔'' فریدی بولا۔

''لیکن اُس پر گولی چلائی کس نے؟''

''تم ابھی کہہ رہے تھے کہ تمہیں افسوس ہے کہ وہ بچ کر نکل گیا۔''

''اور اب بھی یہی کہتا ہوں۔''

''آخر کیوں؟''

''اس لئے کہ وہ بھی قانون کی گرفت میں آ سکتا ہے۔'' حمید بولا۔

''خیر...... خیر......!'' فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ ''یہ بتاؤ کہ وہ ہاتھ میں ریوالور لئے اس کھڑکی کے نیچے کیا کر رہا تھا؟''

''موت کا انتظار......!'' حمید نے کہا اور اٹھ کر ٹہلنے لگا۔

''اگر حملہ آور تمہیں مل جاتا تو کیا کرتے؟'' فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہتھکڑیاں ڈال دیتا۔''

''اچھا......!'' فریدی نے مسکرا کر اپنے ہاتھ حمید کی طرف بڑھا دیئے۔

''کیا مطلب......؟'' حمید اُسے گھورنے لگا۔

''یہ غیر قانونی حرکت میں نے ہی کی تھی۔''

''آپ نے؟''

''ہاں اور اگر نہ کرتا تو تم اس وقت چار آدمیوں پر سوار نظر آتے۔''

''تو آپ بھی وہیں رہ گئے تھے؟''

''قطعی......!''

''آخر کیوں؟'' حمید نے پرخیال انداز میں کہا۔ ''تو کیا افروز کا خیال درست ہے۔''

''کیسا خیال......؟''

''یہی کہ آپ اُس کی طرف سے مشکوک ہیں۔'' حمید نے کہا اور لیڈی جہانگیر کی ساری گفتگو دہرا دی۔

فریدی کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا۔

''لیکن آپ نے مجھے وہاں کیوں چھوڑ دیا تھا؟'' حمید نے پوچھا۔

''اوں......!'' فریدی چونک کر بولا۔ ''محض اس لئے کہ تم افروز کی حفاظت کرو اور میں تمہاری۔''

''لیکن آپ کے رویہ نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کردیا ہے کہ آپ حقیقتاً اُس کی طرف سے مشکوک ہیں۔''

''کیسا رویہ؟''

''اس سے پہلے آپ نے کبھی مجھے کسی عورت میں دلچسپی لینے پر مجبور نہیں کیا۔''

''اگر میں تمہیں اس پر مجبور نہ کرتا تو آج ہم ڈاملے کو پکڑ نہیں سکتے تھے۔ میں جانتا تھا کہ اُس عورت کے قریب رہ کر ہمیں مجرموں تک پہنچنے میں آسانی ہوگی۔ وہ آسانی سے اس کا پیچھا نہ چھوڑ دیتے۔''

حمید چند لمحے تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

''ڈاملے کس طرح فرار ہوا......؟''

''چھوڑنے والے نے اُسے اس شرط پر چھوڑا ہے کہ وہ کسی طرح مجھے قتل کردے گا۔''

''آپ کو......؟'' حمید چونک کر بولا۔

''ہاں......!'' فریدی نے معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ ''ڈی۔ایس۔پی جمیل نے اُسے اسی شرط پر چھوڑا ہے۔''

''ڈی۔ایس۔پی جمیل نے؟'' حمید کی حیرت بڑھ گئی۔ کیونکہ ڈی۔ایس۔پی جمیل اور فریدی کے تعلقات بہت اچھے تھے۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسے خیال آیا کہ کچھ دیر قبل فریدی کہہ چکا ہے کہ ڈاملے کو اُسی کی ایماء پر فرار کا موقع دیا گیا تھا۔

''واقعی تم جا کر سو رہو۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''آج بہت کام کرنا ہے۔''

وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا۔ ''یہ محض اس لئے کیا گیا کہ اُسے اس رعایت پر حیرت نہ ہو۔ بہرحال اب میں یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ اس وقت کہاں ہوگا۔ کیونکہ حوالات سے نکلتے ہی میرے آدمی اُس کی نگرانی کرتے رہے ہیں۔''

''لیکن آخر اتنا پیچیدہ راستہ اختیار کرنے کی کیا ضرورت تھی؟'' حمید نے پوچھا۔

''بہتر ہے کہ تم جا کر سو ہی رہو۔'' فریدی اُس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ ''ابھی کچھ ہی دیر قبل میں نے تمہیں یہ بتایا تھا کہ پولیس ان سے کوئی کام کی بات معلوم نہ کرسکی۔ یہ بھی واضح رہے کہ

وہ اس گروہ کا سرغنہ نہیں ہے۔"

"کیوں؟ کیا اُسی گروہ کا ایک اور فرد بھی ہمارے قبضے میں نہیں ہے؟"

"وہ زخمی؟"

"ہاں...... یہ بات اُسی سے معلوم ہوئی ہے کہ لمبوترے چہرے والا جو گروہ میں ٹائیگر کے نام سے مشہور ہے گروہ کا سرغنہ نہیں۔ گروہ کے کسی فرد نے سرغنہ کو آج تک دیکھا ہی نہیں۔ انہیں بس احکامات ملتے رہتے ہیں اور یہ احکامات اُن کو لمبوترے چہرے والے یا ٹائیگر کے ذریعے ملتے ہیں۔"

"میں فی الحال تمہارے اس خیال کی تردید نہیں کرسکتا۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگا کر بولا۔ "ہوسکتا ہے کہ اُس نے مسٹر ڈاملے کا بہروپ اسی لئے بھرا ہو اور ہاں میں نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ گروہ والے اُسے مسٹر ڈاملے کی حیثیت سے نہیں جانتے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔

"کیا اُس نے پولیس کو کچھ بتایا ہی نہیں؟"

"بہت کچھ بتایا ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن وہ بتانا ایسا ہی ہے جیسے تم کسی کو اپنا پیشہ ماہی گیری بتادو۔ اُس نے پولیس کو بتایا کہ وہ مسٹر ڈاملے کے بھیس میں اپنی بدصورتی چھپانا چاہتا تھا۔ اور بس...... اُس نے اس کا اقرار نہیں کیا کہ اُس کا تعلق کسی گروہ سے بھی ہے۔ لیڈی جہانگیر کے گھر میں ہونے والی لوٹ مار سے اُس نے خود کو قطعی بے تعلق ظاہر کیا ہے۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ اُس کے تعلقات سر جہانگیر عادل جی سے بہت اچھے تھے اور لیڈی جہانگیر اُسے سر جہانگیر کی زندگی ہی سے جانتی تھی۔ بہرحال اُس کے پورے بیان کا اختصار یہ ہے کہ اُس نے مسٹر ڈاملے کے بھیس میں کسی کو رتی برابر بھی نقصان نہیں پہنچایا۔ اُس میک اپ کا مقصد محض چہرے کی عیب پوشی تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ اگر کچھ دنوں تک اُس پر سختی کی جاتی تو وہ بہت کچھ اگل دیتا۔" حمید نے کہا۔

"ناممکن۔ میں اس کے ٹائپ سے اچھی طرح واقف ہوں۔ میرا خیال ہے کہ اگر ایک بار

اُس کے سینے پر ریوالور کی نال بھی رکھ دی جاتی تو وہ کچھ نہ بتاتا۔"

"بہر حال......!" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ "اب اس اگلی ہوئی مکھی کو دوبارہ نگلنا پڑے گا۔"

"اور کل رات کو شاید تم ہاتھی نگل رہے تھے۔ اُس سے زیادہ کسی کیس میں بھی تمہیں اتنی عیاشی کا موقع نہ ملا ہوگا۔ کفرانِ عورت مت کرو پیارے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ اس کیس کے دوران میں تم پر کروڑ جان سے عاشق بھی ہو جائے۔ عورت مال دار ہے۔ اُس کی دولت دوسری عیاشیوں کے کام آئے گی۔"

"یہ آپ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں ہاں...... میں کہہ رہا ہوں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "اگر زبان کا اعتبار نہ ہو تو لکھ کر بھی دے سکتا ہوں۔"

"افروز کے متعلق آپ نے کیا رائے قائم کی ہے؟"

"بہت خوب صورت ہے۔"

"یہ تو میں بھی جانتا ہوں۔ اُس کے چال چلن کی متعلق......؟"

"چال تو قیامت ہے حمید صاحب لیکن لفظ چلن آج تک میری سمجھ میں نہ آسکا۔ ورنہ اس پر بھی روشنی ڈالتا۔ محاوروں سے میں عاجز ہوں۔ اب اگر آپ رکھ رکھاؤ کے متعلق بھی پوچھ بیٹھے تو میں صرف رکھ اٹھاؤ کے بارے میں بتا سکوں گا۔ رکھ رکھاؤ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ یہی معاملہ چل چلاؤ کے ساتھ بھی پیش آسکتا ہے۔ ویسے مٹر پلاؤ پر میں بحالت فاقہ بھی تقریر کرسکتا ہوں۔"

حمید سمجھ گیا کہ فریدی اب اس کے متعلق گفتگو کرنا نہیں چاہتا اور پھر اُسے یاد آیا کہ وہ ایک بار اس سلسلے میں افروز کو بُرے الفاظ میں یاد کر چکا ہے۔

"اُس زخمی نے لاشوں کے متعلق کیا بتایا؟" حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

"یہی کہ وہ سرغنہ کے احکامات کے مطابق مختلف مقامات سے اٹھا کر اِدھر اُدھر ڈالی گئی تھیں۔ اس کا مقصد کیا تھا یہ آج تک گروہ کے کسی فرد کو نہ معلوم ہوسکا۔"

فریدی تھوڑی دیر تک کمرے میں ٹہلتا رہا۔ پھر حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "جاؤ اب سو رہو۔ مجھے بھی تھوڑا بہت سونا ہے۔ میں بھی پچھلی رات جاگتا ہی رہا ہوں۔"

''کل رات کتنی لڑکیاں......!''

''تم پر مرتے مرتے بچیں۔'' فریدی نے اُس کا جملہ پورا کرتے ہوئے کہا۔ ''اب تم سچ مچ جاکر سور ہو ورنہ تھوڑی ہی دیر بعد ناک پر انگلی رکھ کر گفتگو کرنے لگو گے۔''

حمید نے ایک آنکھ دبا کر جماہی لی اور اٹھ کر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا۔

پھر چار بجے شام سے پہلے اُس کے خراٹے نہیں رکے اور جب وہ سو کر اٹھا تو اُس نے فریدی کو اُسی کمرے میں پایا جہاں وہ اُسے چھوڑ گیا تھا۔

ایش ٹرے میں سگاروں کے کئی جلے ہوئے ٹکڑے نظر آئے۔

''آپ نہیں سوئے؟'' حمید نے پوچھا۔

''نہیں......تمہارے جانے کے بعد میں نے فرض کرلیا تھا کہ پچھلی رات کو میں جی بھر کے سو چکا ہوں۔''

''بہت خوب......!'' حمید ہنس پڑا۔ ''اگر کسی دن آپ نے میزوں کرسیوں کو مجرم اور کسی کتے کو گھوڑا فرض کرلیا تو پڑوس کے بچوں کو بڑی خوشی ہوگی۔''

''جب میں نے تم جیسے گدھے کو آدمی فرض کرلیا ہے تو اب مجھے کسی بات میں کوئی ہچکچاہٹ نہ محسوس ہونی چاہئے۔''

''کاش آپ نے مجھے گدھا فرض کیا ہوتا۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''خیر اگر کام چوری کا موڈ ہو تو میں یوں بھی تمہیں مجبور نہ کروں گا۔''

''پھر آپ نے بات پلٹ دی۔ میں نے یہ تو نہیں کہا۔''

''خیر......خیر......جلدی کرو۔ ناشتہ بھی غالباً تیار ہوگا۔ اُس کے بعد ابھی میک اپ بھی کرنا ہے۔''

''میک اپ......؟'' حمید ہکلا کر رہ گیا۔

اور پھر چھ بجے کے قریب وہ دونوں کیڈیلاک پر سڑکیں ناپ رہے تھے۔

فریدی ایک ادھیڑ عمر کے پروقار آدمی کے بھیس میں تھا اور حمید اپنے میک اپ میں شرم سے کٹا جا رہا تھا۔ اگر بات میک اپ ہی پر ختم ہو جاتی تو خیر لیکن یہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

فریدی نے اُسے پندرہ سولہ سال کا ایک نوخیز لڑکا بنا دیا تھا جس کے اوپری ہونٹ پر ہلکی ہلکی روئیدگی تھی۔ فریدی اس کی طرف دیکھ کر بار بار اپنی بائیں آنکھ دبا دیتا تھا۔

''اس پیشے پر سو بار لعنت......!'' حمید بڑبڑایا۔

''ڈرو نہیں تمہیں پیشے پر مجبور نہیں کیا جائے گا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' حمید جھنجھلا گیا۔

فریدی نے پھر مسکرا کر اپنی بائیں آنکھ دبا دی۔

''آخر ہم جائیں گے کہاں؟'' حمید نے تھوڑی دیر بعد پوچھا۔

''ظاہر ہے کہ جہنم میں......!'' فریدی ہنس پڑا۔

''میں بگاڑتا ہوں میک اپ......!'' حمید نے دھمکی دی۔

''میرا کیا ہوا میک اپ ہے بیٹے خاں...... کسی فلم یا ڈرامے کا میک اپ نہیں۔ اسے بگاڑنے کے لئے تمہیں کافی مقدار میں ایمونیا صرف کرنی پڑے گی۔''

حمید کھڑکی سے باہر دیکھنے لگا۔ اس وقت اُسے سچ مچ اپنی بے بسی پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ کر بھی کیا سکتا تھا۔ اُسے غصہ اس بات پر تھا کہ فریدی نے اسے اپنے پروگرام کے متعلق بتایا کیوں نہیں۔ لیکن یہ بھی کوئی نئی بات نہ تھی۔ وہ ایسے مواقع پر عموماً یہی کرتا تھا۔ اس لئے مجبوراً حمید نے اپنی بوٹیاں نوچنے کا ارادہ بھی ملتوی کر دیا۔

کیڈی لاک ایک ویران سڑک پر جا رہی تھی۔ شہر کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ اندھیرا پھیل رہا تھا۔ دفعتاً فریدی نے کیڈی ایک دوسری سڑک پر موڑ دی۔ حمید بدستور خیالات میں ڈوبا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کار کے رکتے ہی چونک پڑا۔

کار نیاگرا ہوٹل کے گیراج کے سامنے رکی تھی۔ شمالی سرے پر بیٹھے ہوئے واچ مین نے ایک خالی حصے کے برقی نمبر روشن کر دیئے۔ کیڈی کا انجن بند نہیں کیا گیا تھا۔ فریدی نے کار اندر لگا دی اور انجن بند کر کے نیچے اُتر آیا۔ پھر وہ ہوٹل کی عمارت کی طرف بڑھے جو آبادی سے بہت دور ویرانے میں اپنی مخصوص قسم کی رنگ رلیوں کے لئے مشہور تھی۔ یہاں کے اخراجات اتنے زیادہ تھے کہ صرف دولت مند ہی طبقہ اُن کا متحمل ہو سکتا تھا۔ عام لوگ تو بے چارے ٹھنڈی

سانسیں ہی بھر کر رہ جاتے تھے۔ یا پھر یونہی دوستوں پر رعب ڈالنے کے لئے اکثر کوئی ایسا کارنامہ دہراتے جو نیا گرا ہوٹل سے متعلق ہوتا۔ ویسے اگر اُن سے وہاں کی تنظیم نشست ہی کے متعلق سوال کیا جاتا تو وہ صرف منہ دیکھ کر رہ جاتے یا پھر بات ہی اڑا دیتے۔

فریدی اور حمید اندر داخل ہوئے۔ ہال میں ایک اطالوی رقاصہ آرکسٹرا پر ناچ رہی تھی اور ساری میزیں بھری ہوئی نظر آ رہی تھیں۔ فریدی نے رک کر چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور پھر مایوسانہ انداز میں آمد و رفت کے دروازے کی طرف لوٹ پڑا۔ حمید خاموشی سے اُس کی تقلید کرتا رہا۔

ایک آدمی ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ حمید کو تو حقیقتاً اس کی خبر نہیں تھی ویسے فریدی کے انداز سے بھی یہی ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ اس سے لاعلم ہے۔ حمید سمجھا تھا کہ اب فریدی گیراج سے کار نکالے گا لیکن وہ پارک میں آ بیٹھا۔ بیٹھتے وقت اُس نے آہستہ سے حمید کے کان میں کہا۔

''تمہارا نام عارف ہے اور تم نیشنل کالج کے طالب علم ہو......کیا سمجھے۔''

چیختی چٹانیں

حمید پر پھر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا لیکن قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتا فریدی اٹھتا ہوا اونچی آواز میں بولا۔

''اچھا تو میاں عارف پھر ملاقات ہوگی۔''

اُس کی آواز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ دمے کا مریض ہو۔ پھر وہ لمبے لمبے قدم بڑھاتا ہوا پارک سے نکل گیا۔

حمید نے بنچ کی پشت سے ٹک کر اپنے مقدر کو دو تین ناقابل فہم گالیاں دیں اور جیب میں

سگریٹ کا پیکٹ ٹٹولنے لگا۔

فریدی نے اسے سمجھا دیا تھا کہ وہ اس میک اپ کے دوران میں پائپ کی بجائے سگریٹ پیئے گا۔

یہاں تک تو سارے معاملات اُس کی سمجھ میں بخوبی آ گئے تھے لیکن اس صورت میں پیش آنے والے حادثات سے وہ قطعی بے خبر تھا۔ آنے والے لمحات میں کیا کرنا تھا۔ خصوصاً یہ تو ایک ایسا سوال تھا جس کا کوئی جواب اُس کا ذہن تلاش نہ کر سکا۔

فریدی جا چکا تھا اور اُسے وہاں بیٹھنا تھا مگر کب تک؟ کس لئے؟ مقصد تو صاف ظاہر تھا لیکن حصولِ مقصد کا طریقہ تاریکی میں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسے موقع پر تو فریدی کو کچھ نہ کچھ ضرور بتانا چاہئے تھا۔ آخر وہ اسے کچھ بتائے بغیر کیوں چلا گیا؟ اُس کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ جلدی میں ہو اور اپنے لئے تو حمید کے ذہن میں ایک بڑی مناسب تشبیہہ گونج رہی تھی۔ وہ خود کو ایک ایسا بکرا تصور کر رہا تھا جسے شیر کے شکار کے لئے باندھا گیا ہو۔

حمید نے سگریٹ نکالا اور اسے ہونٹوں میں دبا کر کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا پھر اُسے سلگا کر لائیٹر جیب میں رکھنے ہی جا رہا تھا کہ بائیں طرف سے ایک آدمی اپنے ہونٹوں میں سگریٹ دبائے اُس کی سمت جھکتا ہوا بولا۔

''تکلیف تو ہوگی۔''

حمید نے اُس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی اور اُس کا سگریٹ سلگا دیا۔

وہ سیدھا کھڑا ہو کر آہستہ سے بولا۔ ''شکریہ۔''

حمید نے اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھا اور لائیٹر جیب میں ڈال کر ایک طرف سرک گیا۔

''اب بھلا بتائیے۔'' وہ بیٹھتا ہوا بڑبڑایا۔ ''اتنی دور سے آئے تھے تفریح کے لئے لیکن اندر کوئی میز ہی خالی نہیں۔''

''ہم بھی رجسٹریشن کروانا بھول گئے تھے۔'' حمید نے کہا۔ ''یہاں بغیر اس کے کام نہیں چلتا۔''

''یقیناً یہی بات ہوگی۔'' اجنبی آہستہ سے بولا۔ ''میں نے ڈائرکٹری میں اس ہوٹل کا نام دیکھا۔ میں نے سوچا پرسکون اور عمدہ جگہ ہوگی۔''

"تو آپ یہاں نووارد ہیں؟" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں......!" اجنبی بولا۔ "تعجب ہے کہ یہ لوگ اس پارک کو بھی کیوں نہیں استعمال کرتے۔"

"یہ صرف گارڈن پارٹیز کے لئے مخصوص ہے۔" حمید بولا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر بولا۔

"آپ شاید اسٹوڈنٹ ہیں۔"

"جی ہاں......!"

"کس ایئر کے؟"

"فورتھ ایئر۔"

اجنبی نے ایک ٹھنڈی سانس بھری اور ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے دوسرا سلگانے لگا۔

یہ ایک ڈھلتی ہوئی عمر کا تندرست آدمی تھا۔ خدوخال بتا رہے تھے کہ جوانی میں کافی حسین ور پرکشش رہا ہوگا اور اُس کے پروقار چہرے پر کبھی ایک شوخ سی مسکراہٹ ہوتی رہی ہوگی۔ نکھیں شرارت آمیز چمک سے محروم نہ رہی ہوں گی۔

"آپ مجھے کسی اچھے خاندان کے چشم و چراغ معلوم ہوتے ہیں۔" اجنبی تھوڑی دیر بعد لا اور حمید کی اچھلنے والی زبان کسی طرح قابو میں نہ رہ سکی۔

"نہ میں چشم ہوں اور نہ چراغ" وہ مسکرا کر بولا۔ "مجھے عارف کہتے ہیں۔"

"آپ کافی زندہ دل معلوم ہوتے ہیں۔" اجنبی ہنسنے لگا۔ "یہ عمر ہی ایسی ہوتی ہے......کبھی بھی......!"

"میں بھی بڑھاپے میں یہی کہوں گا۔" حمید نے اُس کی بات کاٹ دی۔

اجنبی ہنس کر خاموش ہوگیا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔ "حیرت ہے کہ آپ ایسی دلچسپ جگہ آئے ہیں۔"

"والد صاحب کو ساتھ لانے کا ارادہ تھا مگر انہیں ٹافیاں خریدنی تھیں۔ اس لئے انہوں نے بان کو ساتھ کر دیا تھا۔ لیکن وہ بھی چلے گئے۔" اجنبی نے قہقہہ لگایا۔

''میرا مطلب یہ تھا کہ نوجوان لوگ ایسی جگہوں پر کسی عمدہ قسم کے پارٹنر کے بغیر نہیں جاتے۔''

''سمجھا......!'' حمید سر ہلا کر بولا۔ ''لیکن میرے ساتھ یہ ایک بہت بڑی ٹریجڈی ہے کہ لڑکیاں مجھے منہ نہیں لگاتیں۔''

''آپ کو......!'' اجنبی کے لہجے میں حیرت تھی۔ ''شاید آپ مذاق کر رہے ہیں۔''

''میں حقیقت عرض کر رہا ہوں۔''

''نہیں مان سکتا۔'' اجنبی مسکرا کر بولا۔ ''آپ نے خود ہی انہیں منہ لگانا مناسب نہ سمجھا ہوگا۔''

''اب میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔'' حمید نے کہا۔ اُس کے کان کچھ کچھ کھڑے ہونے شروع ہوگئے تھے۔ ''میں نے کئی بار لڑکیوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی لیکن کسی نے نوٹس تک نہ لیا۔''

''میں کس طرح یقین کرلوں!'' اجنبی اُسے گھورتا ہوا بولا۔ ''آپ جیسے نوجوان کو الٹرا موڈرن لڑکیاں پوجتی ہیں۔''

''میں شاید آپ کو یقین نہ دلاسکوں۔'' حمید نے دوسرا سگریٹ سلگاتے ہوئے کہا۔

''اگر میں نے ثابت کردیا تو......؟'' اجنبی مسکرا کر بولا۔

''تو میں عمر بھر آپ کا احسان مند رہوں گا۔'' حمید نے قہقہہ لگایا۔

''میں مذاق نہیں کر رہا ہوں۔'' اجنبی نے سنجیدگی سے کہا۔ ''میں ثابت کرسکتا ہوں یا تو آپ بن رہے ہیں یا پھر اپنی صحیح قدر و قیمت سے خود واقف نہیں۔''

حمید نے اُسے گھور کر دیکھا اور وہ بے اختیار مسکرا پڑا۔

''میں آپ کو کئی لڑکیوں سے ملاؤں گا۔'' اجنبی پھر بولا۔ ''اس کے بعد مجھے آپ کو سات سلام کرنے کا موقع ضرور ملے گا۔''

''لڑکیوں سے......!'' حمید نے آہستہ سے دہرایا۔

''جی ہاں......! اٹھارہ وکٹوریہ روڈ میں میرا قیام ہے۔ اگر آپ کل شام کو وہاں آسکیں میں اپنے دعوے کو پایہ ثبوت تک پہنچا دوں گا۔''

''میں ضرور آؤں گا۔'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''ورنہ ممکن ہے کہ میں احساس کمتری کا شکار ہو کر مر ہی جاؤں۔''

''لیکن میاں صاحبزادے۔'' وہ حمید کے کاندھے پر انتہائی بے تکلفی سے ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ ''آپ حدود سے آگے نہیں بڑھیں گے۔''

''کس قسم کی حدود......؟'' حمید نے معصومیت سے پوچھا۔

''مجھے احمق نہ بنایئے۔'' اجنبی نے مسکرا کر کہا۔ ''آپ اس سے زیادہ سمجھ دار ہیں جتنا میں آپ کی عمر میں تھا۔''

''میں سمجھ دار تو ہوں لیکن یقین مانئے میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔''

اس پراسرار اجنبی نے ہنس کر ایک ایسا اشارہ کیا کہ حمید کی ریڑھ کی ہڈی میں کلبلاہٹ ہونے لگی۔

''ارے......نہیں......ہی ہی ہی۔'' حمید مصنوعی قسم کے شرمیلے انداز میں ہنسنے لگا۔

''آپ رہتے کہاں ہیں؟''

''پرنس ہوٹل میں۔''

اجنبی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

''میرا خیال ہے کہ آپ کے ساتھ ایک اور صاحب بھی تھے؟''

''اوہ......وہ...... پروفیسر عمران...... ہاں تھے تو؟'' حمید اُس کی طرف استفہامیہ انداز میں دیکھنے لگا۔

''کچھ نہیں......میں نے یونہی پوچھا تھا۔''

''بڑے دلچسپ آدمی ہیں۔'' حمید نے قہقہہ لگایا۔ ''یہاں ساری میزیں بھری دیکھ کر الٹے پاؤں واپس گئے۔ کچھ تعجب نہیں کہ اپنی ذاتی میز اور کرسی لے کر واپس آ رہے ہوں۔''

''واقعی......؟''

''فلسفے کے پروفیسر ہیں نا! ایک دن الٹے جوتے پہن کر جوتے والوں پر برس رہے تھے کہنے لگے عجیب سور ہوتے ہیں یہ جوتے والے بھی۔ کم بخت ایسے جوتے بناتے ہیں جو کبھی تنگ

اور کبھی ڈھیلے۔''

اجنبی نے قہقہہ لگایا۔

''اور سنئے! ایک صبح اپنے بنگلے سے کالج جانے کے لئے تیار ہو کر نکلے۔ نہ جانے کہاں سے ایک گدھا آ نکلا تھا اور ٹھیک اسی جگہ آ کر کھڑا ہو گیا تھا جہاں انہیں اپنی موٹر سائیکل ملتی تھی۔ اُس دن اتفاق سے نوکر موٹر سائیکل نکالنا بھول گیا تھا۔ آپ بے خیالی میں گدھے پر چڑھ بیٹھے اور لگے زمین پر پاؤں مارنے۔ کسی نے پوچھا یہ کیا۔ کہنے لگے کم بخت اسٹارٹ ہی نہیں ہوتی۔''

اجنبی کے قہقہے برابر گونج رہے تھے۔

''خدا کی قسم آپ بہت زندہ دل آدمی ہیں۔ میں مان نہیں سکتا کہ لڑکیاں آپ کو لفٹ نہیں دیتیں۔''

''آپ کو ماننا پڑے گا۔'' حمید دفعتاً بگڑ کر بولا۔

اجنبی حیرت سے اُس کا منہ دیکھنے لگا۔

''آپ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں؟''

''ارے نہیں صاحب۔'' اجنبی پرے کھسکتا ہوا بولا۔

''میں کل ضرور آؤں گا لیکن اگر مجھے شرمندگی ہوئی تو......!''

''میرا سر اڑا دیجئے گا۔'' اجنبی مسکرا کر بولا۔

''آپ نے میری بات کا بُرا تو نہیں مانا؟'' حمید نے تھوڑی دیر بعد نرم لہجے میں کہا۔

''نہیں قطعی نہیں......!''

''میں بہت بدنصیب آدمی ہوں۔'' حمید نے آبدیدہ ہو کر کہا۔ پھر باقاعدہ اُس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

''ارے ارے......آپ رو کیوں رہے ہیں۔'' اجنبی گھبرا کر بولا۔

''کچھ نہیں کوئی بات نہیں۔'' حمید اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ''میں کل آپ سے ضرور ملوں گا۔''

''لیکن ٹھہرئیے تو آپ رو کیوں رہے ہیں؟'' اجنبی کہتا ہی رہا لیکن حمید چل پڑا۔ اس کے آنسو ابھی تک جاری تھے اور وہ دل ہی دل میں فریدی کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ اُس نے رومال سے آنکھیں خشک کرنی چاہیں لیکن بے سود۔ آنکھوں میں بدستور جلن ہوتی رہی اور پانی بہتا رہا۔

فریدی نے میک اپ کے سلسلے میں نہ جانے کون سی چیز استعمال کی تھی جسے حمید کی لاپروائی نے آنکھوں تک پہنچا دیا تھا اور آنکھیں تھیں کہ برابر بہے جارہی تھیں۔ وہ بدقت تمام گیراج تک پہنچا۔ فریدی کی کیڈی لاک ابھی تک وہیں کھڑی تھی۔ حمید نے آنکھیں خشک کر کے چاروں طرف دیکھا لیکن فریدی کہیں نہ دکھائی دیا۔

اس نے چپ چاپ کار گیراج سے نکالی اور اُسے سڑک پر لے آیا۔ پھر وہ دل ہی دل میں یہ سوچ کر خوش ہونے لگا کہ کیڈی کی عدم موجودگی میں فریدی کو کافی دھکے کھانے پڑیں گے کیونکہ یہاں پر ٹیکسیاں نہیں ملتی تھیں۔ یہاں ایسے لوگ شاذ و نادر ہی آتے تھے جنہیں کرائے کی سواریاں کرنی پڑیں۔

خاصی تاریکی چھا گئی تھی۔ سڑک سنسان تھی لیکن نہ جانے کیوں حمید کیڈی کو آہستہ آہستہ چلا رہا تھا۔ آگے چل کر اُسے کار روک دینی پڑی کیونکہ تھوڑی دور پر ایک آدمی اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ جب ہیڈ لائیٹس کی روشنی اُس کے چہرے پر پڑی تو حمید نے اُسے پہچانا...... یہ فریدی تھا۔

''چوٹ دینا چاہتے تھے۔'' وہ اُس کے برابر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''ادھر کھسکو......!''

فریدی نے حمید کو ہٹا کر اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ کیڈی پھر چل پڑی۔

''چلو معاف کر دیا۔'' فریدی نے کہا۔ ''کیونکہ اس وقت تم نے اپنا پارٹ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا ہے۔''

''جناب......!'' حمید ہونٹ پھیلا کر بولا۔ ''آخر آپ مجھے کب تک بندروں کی طرح نچایئے گا۔ جہنم میں گیا یہ پارٹ وارٹ...... میری آنکھیں۔''

''انہیں آنکھوں کی بدولت وہ تمہیں عرصے تک یاد رکھے گا۔''

''اس تضیع اوقات کا مقصد کیا تھا......؟''

''اگر تم مقصد بھی نہیں سمجھ سکے تو تم پر گدھوں کی پھٹکار۔''

''فرض کیجئے کہ میں سچ مچ قربانی کا بکرا ہی ثابت ہوا تو؟''

''خیر اُس کی خوشی ہے کہ مقصد تمہاری سمجھ میں آ گیا۔'' فریدی مسکرا کر بولا۔

''ہاں اگر واقعی تم مارے ہی گئے تو کسی نہ کسی طرح صبر کرلوں گا۔''

''بس؟ گویا میں......!''

''آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارے مرنے سے دنیا کوئی کمی محسوس نہ کرے گی۔ کل کوئی دوسرا حمید پیدا ہو جائے گا۔''

''لیکن جنہوں نے اس حمید کو پیدا کیا ہے اُن کا کیا حشر ہوگا......؟''

''میں انہیں بھی صبر ہی کا مشورہ دوں گا۔''

حمید نے فریدی کو گھور کر دیکھا۔ وہ حد درجہ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

''تو کیا سچ مچ آپ مجھے کسی خطرے میں جھونک رہے ہیں؟''

''ہاں...... ہاں...... ہاں......!'' فریدی نے جھٹکے دار آواز میں کہا اور دفعتاً کار روک دی اور انجن بند کر کے نیچے اُتر گیا۔

''میرا انتظار کرو۔''

پھر وہ تاریکی میں غائب ہو گیا۔ کچھ دور تک قدموں کی آوازیں سنائی دیتی رہیں پھر حمید نے ایک سگریٹ سلگایا اور سیٹ سے ٹک گیا۔ اُسے اس وقت وہ ساری لاشیں یاد آ رہی تھیں جنہیں دیکھ کر اُس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔ پھر اس کا ذہن اُس اجنبی کی طرف مڑ گیا جس سے کچھ دیر قبل اُس نے باتیں کی تھیں اور وہ باتیں...... کیا وہ کسی نوجوان کو پھانسنے کے لئے ناکافی تھیں۔ خوبصورت لڑکیوں کا لالچ۔ کیا وہ سب بے چارے اسی لالچ میں مارے گئے تھے؟ حمید کو فریدی کا یہ سوال یاد آ گیا کہ وہ کون سی ایسی چیز تھی جو اُن لڑکوں کو کافی رات گئے تک گھر سے باہر روکے رکھتی تھی۔ خوب صورت لڑکیاں...... اُس کے جسم میں ایک سرد سی لہر دوڑ گئی۔ بوڑھے اجنبی کا شفقت آثار چہرہ بھیڑیئے کی شکل میں تبدیل ہو کر اُس کی آنکھوں کے سامنے آ گیا۔

حمید خائف نہیں تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر واقعی کبھی ایسا موقع آیا تو وہ خود اُس کی بوٹیاں اڑا دے گا۔ الجھن دراصل اس بات کی تھی کہ فریدی اُس کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ کر اُسے اندھیرے میں دھکیل رہا تھا۔ اُس نے ایسا پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ اُس کے لئے یہ چیز بھی تحیر خیز تھی

کہ اس کیس میں اتنے دن لگ گئے تھے اور ابھی تک کوئی خاص نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا۔ فریدی محض اپنی طبع رسا اور پھرتیلے پن ہی کے لئے مشہور تھا ورنہ محکمے میں مکھیاں مارنے والے تو بہتیرے پڑے ہوئے تھے۔ اس دوران میں کئی بار افسران بالا کی طرف سے یاد دہانی بھی کی جا چکی تھی اور یہ اس کی یادداشت میں پہلا موقع تھا۔ ورنہ اس سے قبل افسران بالا کو کبھی اس کی ضرورت نہیں پیش آئی تھی۔ حمید سناٹے میں جھینگروں کی جھائیں جھائیں سنتا رہا۔ اُسے آج شام افروز سے ملنا تھا مگر نہ مل سکا۔ وہ اُس کے لئے ہمدردی کی بے پناہ جذبات رکھتا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ زیادہ خوبصورت عورت کی بہرحال مٹی پلید ہو جاتی ہے۔ چاہے وہ غریب ہو چاہے دولت مند۔ کچھ نہیں تو لوگ اُس کے لئے گندے خیالات ہی رکھتے ہیں۔ زیادہ پر جوش اور بے باک قسم کے آدمی تو دانت پر دانت جما کر اُن کا اظہار بھی کر دیتے ہیں اور کچھ اس انداز میں جیسے انہوں نے زبان نہیں ہلائی بلکہ اپنے ارادے کو عملی جامہ ہی پہنا ڈالا۔ حمید اونگھنے لگا۔ لیکن اس کا نیم غنودہ ذہن اب بھی سوچے جا رہا تھا۔ حکومت کو چاہئے کہ اس کی روک تھام کرے۔ خوبصورت عورتوں کو کہیں اور بھیج دے...... کہیں اور...... جہاں فرشتے بستے ہوں یا پھر فریدی جیسے لوگ ہوں۔ فریدی کے خیال پر اونگھتے ہوئے ذہن نے قلابازی کھائی اور نیند کے دھندلکوں میں اُسے فرشتے ہی فرشتے نظر آنے لگے۔ پھر ایک فرشتے نے اُس کے سر پر چپت رسید کر دی۔

حمید چونک پڑا۔

''زندہ ہو یا مر گئے؟'' فریدی نے اُس کے سر پر دوسری چپت رسید کرتے ہوئے کہا۔

''مر گیا......!'' حمید نے جھلا کر کہا اور سیدھا ہو گیا۔

فریدی نے کار اسٹارٹ کر دی اور حمید نے محسوس کیا کہ اُس کی رفتار بہت تیز تھی۔

''کیا اولے پڑنے والے ہیں؟'' اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''نہیں...... ممکن ہے یہ قصہ اسی وقت ختم ہو جائے۔'' فریدی بولا۔

اچانک حمید کی نیند غائب ہو گئی اور وہ فریدی کو گھورنے لگا۔

''کچھ ہی دیر پہلے ایک گاڑی جھریالی کی طرف گئی ہے۔'' فریدی پھر بولا۔ ''اس کی روانگی

نیاگرا ہوٹل سے ہوئی تھی اور اُس میں ایک لڑکا بھی تھا۔ گاڑی ڈرائیو کرنے والے کی شکل نہیں دیکھی جاسکی۔"

"آپ گئے کہاں تھے؟" حمید نے پوچھا۔

"قریب ہی۔" فریدی نے کہا۔ "سرجنٹ رمیش سے اطلاعات لینے۔ وہ جھریالی کی طرف جانے والی گاڑیوں کی نگرانی کررہا ہے۔ میں نے اس کا انتظام جھریالی والے حادثے کے بعد ہی کرلیا تھا۔"

"تو کیا اب آپ ہراس گاڑی کے پیچھے دوڑ لگایئے گا جس پر کوئی خوبصورت لڑکا ہو؟"

"نہیں فرزند...... نیاگرا ہوٹل اُن کا خاص مرکز ہے۔" فریدی نے کہا۔ "یہ بات ڈاملے کی رہائی کے بعد ہی معلوم ہوئی ہے۔ ورنہ میں غیب داں تھا کہ یہاں دوڑا چلا آتا۔"

"تو کیا وہ ڈاملے ہی تھا جس سے میں نے باتیں کی تھیں۔"

"نہیں ......وہ اُسی گروہ کا کوئی اور آدمی تھا۔"

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ اُس گاڑی پر وہی مجرم ہو۔"

"پھر بھی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے۔ یہ کسی جاسوسی ناول کا پلاٹ تو ہے نہیں کہ مجرم چند بندھے ٹکے اصولوں کے تحت ہاتھ آجائے اور نہ میں شرلاک ہومز ہوں۔ سمجھے۔"

حمید پھر کچھ نہیں بولا۔ وہ جانتا تھا کہ فریدی کو قائل کرنا آسان کام نہیں۔ دلائل اُسے صرف خاموش کرسکتے تھے لیکن کام سے روک دینا دلائل تو کیا حقائق کے بس کا بھی روگ نہیں تھا۔

کیڈی لاک سنسان سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی۔ حمید پھر اونگھنے لگا۔ اُسے خبر نہ ہوئی کہ کتنا وقت گذر گیا۔ اگر کار ایک جھٹکے کے ساتھ نہ رکتی تو شاید وہ سوتا ہی رہتا۔ فریدی نے کار روک کر ہیڈ لائیٹس بجھا دی تھیں۔ حمید اندھیرے میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اُسے نہ وقت کا احساس تھا اور نہ مقام کا۔

"وہ روشنی دیکھ رہے ہو؟" فریدی نے ایک طرف اشارہ کیا۔ کچھ دور پر ہلکی سرخ رنگ کی روشنی دکھائی دی اور کچھ دھواں بھی۔

"ہاں......کیا ہم کسی گاؤں میں ہیں؟" حمید نے پوچھا۔

''نہیں...... یہ جھریالی کی غیر آباد پہاڑیاں ہیں۔ کیا تمہیں وہ چٹانیں نہیں دکھائی دیتیں جن میں روشنی نظر آ رہی ہے۔''

''چٹانیں؟'' حمید نے پھر آنکھیں پھاڑ دیں۔ پہلے وہ انہیں چھوٹے چھوٹے مکانوں کی دیواریں سمجھا تھا۔

''یہاں اس وقت روشنی کا کیا کام......!'' فریدی آہستہ سے بڑبڑایا اور کیڈی سے اُتر گیا۔ حمید نے بھی اُس کی تقلید کی۔ پھر وہ پہاڑیوں کی طرف بڑھنے لگے۔ سیاہ رات سائیں سائیں کر رہی تھی اور اُن کے قدموں کی آواز دور دور تک گونج رہی تھی..... دفعتاً انہوں نے ایک چیخ سنی۔ پھر دوسری جیسے وہ ختم ہونے سے پہلے ہی دہرا دی گئی ہو۔ ایسا معلوم ہوا جیسے نیم روشن چٹانیں چیخ رہی ہوں۔ حمید کی ریڑھ کی ہڈی میں ایک ٹھنڈی سی لہر دوڑ گئی۔ فریدی نے آواز کی طرف دوڑنا شروع کر دیا۔ حمید کئی جگہ ٹھوکریں کھا کر گرتے گرتے بچا۔ فریدی ایک چٹان سے دوسری چٹان پر جست لگاتا پھر رہا تھا مگر چیختی ہوئی چٹانیں اب بھی کافی بلندی پر تھیں۔ دفعتاً آوازیں آنی بند ہو گئیں لیکن روشنی ابھی تک دکھائی دے رہی تھی۔

بدقت تمام وہ دونوں اُن چٹانوں تک پہنچے۔ پھر انہیں ایک عبرت ناک منظر سے دوچار ہونا پڑا۔ ایک نوجوان لڑکے کی برہنہ لاش پڑی تھی اور اُس کے قریب لکڑیوں کا ایک ڈھیر جل رہا تھا۔ یہ لاش بھی پچھلی لاشوں سے مختلف نہیں تھی۔ اُس کے جسم پر بھی نوچنے گھسوٹنے کے نشانات تھے اور گردن کسی چھری سے ریتی گئی تھی۔ کٹی ہوئی گردن سے خون کا فوارہ جاری تھا۔

''تم یہیں ٹھہرو......!'' فریدی نے حمید کی طرف ایک ریوالور اچھالتے ہوئے کہا اور دوسری طرف اتر گیا۔ حمید نے ریوالور ہاتھوں پر روک لیا۔ اُس کا منہ خشک ہوا جا رہا تھا اور سانسیں حلق میں رک رہی تھیں۔ پھر وہ روشنی سے ہٹ کر دو چٹانوں کی اوٹ میں ہو گیا۔ رات اپنے سیاہ جبڑے کھولے وقت کا تعاقب کر رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد فریدی لوٹ آیا۔ اُس کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ حمید نے مستفسرانہ نظروں سے اُسے دیکھا۔

''ہم دیر میں پہنچے۔'' اُس نے آہستہ سے کہا اور لاش کی طرف دیکھنے لگا۔

پھر وہ تیزی سے اُس پر جھکا۔ تھوڑی دیر تک اُسی حالت میں رہا پھر سیدھا کھڑا ہو کر اندھیرے میں گھورنے لگا۔

بہت دور جنگل میں کسی موٹر کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی دکھائی دی اور پھر اندھیرا ہو گیا۔

رات کا سناٹا اور گہرا معلوم ہونے لگا۔ ایک لاش ...... سلگتی ہوئی لکڑیاں اور دو آدمی جو بظاہر بے بس نظر آ رہے تھے دھندلی روشنی میں اُن کے سائے کپکپا رہے تھے۔

حیرت

دوسری صبح فریدی بہت زیادہ مشغول تھا۔ لاش ہی کے ساتھ اُس نے کئی اور چیزیں بھی اُن پہاڑیوں میں دریافت کی تھیں جن پر وہ غور کر رہا تھا لیکن وہ چھری نہیں مل سکی جس سے مجرم نے مقتول کو ختم کیا تھا۔ اُس لاش کے وارثوں کا پتہ بھی آسانی سے چل گیا۔ آج صبح جب وہ اُس لڑکے کی گمشدگی کی رپورٹ لکھوانے کے لئے کوتوالی آئے تو انہیں اس کی لاش ملی۔ فریدی نے اُن سے متعدد سوالات کئے۔ لیکن اس بار بھی اُسے کوئی ایسی بات نہ معلوم ہو سکی جس سے مجرم کی شخصیت پر روشنی پڑتی۔ البتہ اتنا ضرور معلوم ہوا کہ مقتول اپنی زندگی میں پہلی بار رات بھر گھر سے غائب رہا تھا۔ پچھلی لاشوں کے وارثوں کے بیانات اور اس میں فریدی کو صرف یہی فرق قابل غور نظر آیا۔

''تو اس کا یہ مطلب ہے کہ مجرم نے اپنا پرانا رویہ بدل دیا۔'' فریدی نے حمید سے کہا۔

''دوسرے مقتولین نے کئی کئی راتیں گھر سے باہر گذاری تھیں اور اس نے پہلی بار یہ حرکت کی تھی لیکن میاں حمید ذرا غور تو کرو اُس جال کے متعلق جس میں یہ پھنس جاتے ہیں۔''

''اگر وہ کل والا اجنبی حقیقتاً اُسی گروہ سے تعلق رکھتا تھا تو یہ جال غیر معمولی نہیں معلوم ہوتا۔''

''یعنی......؟''

''خوب صورت لڑکیوں کا لالچ......!'' حمید نے کہا۔

''تم ٹھیک سمجھے۔'' فریدی نے کہا۔ ''اور ابھی تو تمہیں اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز باتوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

”قبل از وقت سمجھانا بھی نہیں چاہتا۔“

”میں سمجھنا بھی نہیں چاہتا۔“ حمید دانت پیس کر بولا۔

اس کے بعد پھر دن بھر دونوں میں کوئی خاص گفتگو نہیں ہوئی۔

فریدی تین بجے تک دفتر سے غائب رہا۔ کل کی ناکامی کی بناء پر حمید آج کی تیاریوں کو بھی فضول ہی سمجھ رہا تھا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فریدی آج اُسے کل والے اجنبی کے بتائے ہوئے پتے پر بھیجے گا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ آج کی کامیابی پر بھی یقین نہیں کیا جاسکتا۔ معلوم نہیں حالات کون سا رخ اختیار کریں؟ وہ اسے فریدی کی اندھی چال ہی سمجھنے پر مجبور تھا اور سوچ رہا تھا کہ اگر اُس نے یہی اسکیم بنائی تو اُسے ضرورت سے زیادہ ہوشیار رہنا پڑے گا۔

فریدی کی واپسی پر وہی ہوا جس کے متعلق حمید سوچ رہا تھا۔ وہ دونوں آفس سے گھر واپس آئے۔

”تم جانتے ہو کہ ڈالملے کے آدمی میری تاک میں ہیں۔“ فریدی نے کہا۔

”انہیں ہونا ہی چاہئے۔“ حمید بولا۔ ”کیونکہ ڈالملے آپ ہی کی مرضی کے مطابق عمل کررہا ہے۔“

”ہوں..... اسی لئے میں تمہارا میک اپ یہاں نہیں کروں گا۔“

”لیکن.....!“

”تم شاید وہاں جاتے ہوئے ڈر رہے ہو۔“

”نہیں تو..... لیکن.....!“

”تم نے اب تک جو کچھ اندازہ لگایا ہے معاملات اُس کے برعکس ہی نکلیں گے۔“ فریدی نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

حمید جواب طلب نظروں سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

”ڈرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن ہاں مجھے خود تمہیں سے خوف معلوم ہو رہا ہے۔“

”مجھ سے.....؟“ حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

”ہاں تم سے.....!“ فریدی بولا۔ ”اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کی کوشش کرنا اور ہاں شاید اب جھریالی کے علاوہ کوئی اور مقام منتخب کیا جائے۔“

"یہ تو ظاہر ہی ہے۔" حمید نے کہا اور اپنا پائپ بھرنے لگا۔

"ویسے میں تم سے تھوڑے ہی فاصلے پر رہوں گا۔ یہ میں تمہیں نہ بتاتا کیونکہ تم اس طرح اپنی ایکٹنگ میں بے ساختگی نہ پیدا کرسکو گے۔ مگر خیال آتا ہے کہ تم ڈر رہے ہو۔"

"میں ڈر رہا ہوں؟" حمید نے جھلا کر کہا۔

"تمہارے چہرے سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"میں اپنا چہرہ کھرچ ڈالوں گا۔ آخر آپ مجھے اتنا بزدل کیوں سمجھتے ہیں؟"

"تمہاری آنکھیں سب کچھ کہہ دیتی ہیں۔"

"میں اپنی آنکھیں پھوڑ لوں گا۔" حمید پھر چیخا۔

"خیر...... تھوڑی دیر بعد امتحان ہو ہی جائے گا۔" فریدی نے کہا اور دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

حمید کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے پائپ پیتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ناشتہ آ گیا۔ فریدی اپنے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سوٹ کیس لئے ہوئے دوسرے کمرے سے آیا اور دونوں ناشتہ کرنے لگے۔

تقریباً چھ بجے حمید ہوٹل ڈی فرانس کے ایک کمرے سے برآمد ہوا۔ وہ اپنے کل شام والے بھیس میں تھا۔ فریدی نے میک اپ کے لئے اسی ہوٹل کو منتخب کیا تھا۔ آج کئی دنوں سے اُس نے اس ہوٹل کا ایک کمرہ کرائے پر لے رکھا تھا۔

حمید نے ٹیکسی کی اور وکٹوریہ روڈ کی طرف روانہ ہوگیا۔ وہ خائف نہیں تھا لیکن الجھن ضرور تھی۔ معلوم نہیں کیا واقعات پیش آئیں اور کس قسم کی لڑکیوں سے ملاقات ہو۔ لیکن لڑکیاں؟...... کیسی لڑکیاں؟ ممکن ہے وہ محض فریب ہو۔ دیکھا جائے گا۔ وہ زیرلب بڑبڑایا اور جیب سے سگریٹ نکال کر سلگانے لگا۔ وکٹوریہ روڈ پہنچ کر اُس نے ڈرائیور سے "اٹھارہ" کہا اور دوسری سگریٹ سلگانے لگا۔ ٹیکسی ایک عظیم الشان کوٹھی کے سامنے رک گئی۔ حمید نے اتر کر کرایہ ادا کیا اور پھاٹک کی طرف بڑھنے لگا۔

"اوہ...... ہیلو عارف۔" بائیں باغ سے آواز آئی۔ کل والا اجنبی تیزی سے درمیانی روش طے کرتا ہوا پھاٹک کی طرف آ رہا تھا۔

''ہیلو......!'' حمید گرم جوشی سے مسکرایا۔

''میں آپ کا انتظار ہی کر رہا تھا۔ اجنبی اُس سے مصافحہ کرتا ہوا بولا۔''

''اچھا ہی ہوا کہ آپ باہر تھے......ورنہ شاید مجھے لوٹ جانا پڑتا۔'' حمید نے کہا۔

''کیوں......؟ چلئے اندر چلئے۔''

''کل میں بدحواسی میں آپ کا نام دریافت کرنا بھول گیا تھا۔'' حمید بولا۔ ''بھلا اس وقت میں کسی کو کیا بتاتا کہ مجھے کس سے ملنا ہے۔''

''بہرحال آپ آ ہی گئے۔'' وہ حمید کا ہاتھ دباتا ہوا بولا۔ ''مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ آپ نے وعدہ خلافی نہیں کی۔ آپ جانتے ہیں کہ ایسی صورت میں کتنی تکلیف ہوتی ہے۔''

''میں تو خودکشی کے امکانات پر غور کرنے لگتا ہوں۔'' حمید مسکرا کر بولا۔

وہ دونوں پائیں باغ میں داخل ہو گئے۔ حمید اس کوٹھی کے محل وقوع پر غور کر رہا تھا۔ وکٹوریہ روڈ پر کئی کوٹھیاں تھیں لیکن ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے قریب نہیں تھی۔ دو دو یا تین تین فرلانگ کا فاصلہ ضرور رہا ہوگا اور یہ سڑک کچھ ایسی زیادہ پر رونق بھی نہیں تھی۔ یہاں زیادہ تر وہی لوگ آباد تھے جو شہر کے ہنگاموں سے دور رہنا چاہتے تھے۔

''مجھے افسوس ہے کہ اس وقت میں آپ کی کوئی خاص خاطر نہ کرسکوں گا۔'' اجنبی نے کہا۔

''بات یہ ہے کہ اچانک میرے میزبان کے صاحبزادے کی طبیعت خراب ہوگئی ہے۔''

''میری سب سے بڑی خاطر یہی ہوسکتی ہے کہ اب آپ اپنا مکمل تعارف کرا دیں۔'' حمید نے مسکرا کر کہا۔ ''میں کل رات بھر اپنی اس حماقت کی بناء پر شدید الجھن میں مبتلا رہا ہوں کہ آپ جیسے عمدہ دوست کا نام تک دریافت نہ کرسکا۔ معاف کیجئے گا آپ کو لفظ دوست پر کوئی اعتراض تو نہیں؟''

''نہیں......بھلا اعتراض کیوں؟'' اجنبی مسکرا کر بولا۔

''میری اور آپ کی عمر کا فرق۔ حالانکہ میں خود اس کا قائل نہیں۔'' حمید نے کہا۔

''تو کیا آپ مجھے اس معاملے میں تنگ نظر سمجھتے ہیں؟'' اجنبی سنجیدگی سے بولا۔ ''مجھے پی سی ملک کہتے ہیں۔ کلکتہ یونیورسٹی میں نفسیات کا لیکچرر ہوں!''

''آپ سے مل کر واقعی خوشی ہوئی۔'' حمید نے پھر اپنا ہاتھ مصافحے کے لئے بڑھاتے

ہوئے کہا۔ ''اور آپ کی دوستی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھتا ہوں۔''

وہ دونوں ایک وسیع ہال میں آئے جس میں سے ایک کشادہ زینہ اوپری منزل کی گیلری تک چلا گیا تھا۔

''آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ میرا کوئی دوست میرا ہم عمر نہیں۔'' پروفیسر ملک نے کہا۔

''غالباً اس سلسلے میں بھی آپ نے نفسیات کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔'' حمید بولا۔

''یعنی......!''

''یہ ہمیشہ جوان بنے رہنے کا بیش قیمت نسخہ ہے کہ جوانوں کی صحبت اختیار کی جائے۔''

''واقعی آپ بہت ذہین ہیں۔'' پروفیسر ملک نے قہقہہ لگایا۔

حمید بے چینی سے ادھر اُدھر دیکھنے لگا اور اُس کی یہ ایکٹنگ بے ساختگی کی حامل تھی۔

پروفیسر ملک اُس کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔

''مسٹر عارف......! میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں کہ اس وقت آپ کی کوئی خاطر نہ کرسکوں گا۔ سب لڑکیاں اوپر ہیں ایسے موقعے پر یہ تعارف بے تکا ہی رہے گا۔''

''کیسے موقع پر......؟'' حمید نے پوچھا۔

''اُف فوہ! اتنی از خود رفتگی......!'' پروفیسر ہنسا۔ ''میں نے ابھی عرض کیا تھا نا کہ میرے میزبان کے صاحبزادے پر دورہ پڑ گیا ہے۔''

''اوہ! کس قسم کا دورہ......!''

''ہسٹریا ہی کی قسم کا دورہ ہوسکتا ہے۔'' پروفیسر نے پرتشویش انداز میں کہا۔

''تب تو واقعی میں بہت ہی بے موقع آیا۔'' حمید بولا۔

''کیوں؟ کیا آپ میری صحبت میں بور فیل کر رہے ہیں؟''

''ارے نہیں......آپ بھی کمال کرتے ہیں۔''

دفعتاً اوپری منزل سے ایک چیخ سنائی دی اور حمید کے کانوں میں پچھلی رات کی جھریالی والی چیخیں گونجنے لگیں۔

''سنا آپ نے......؟'' پروفیسر بولا۔ ''اُسی کی چیخیں ہیں۔ دورے کی حالت میں چیخ رہا ہے۔''

حمید سوچ میں پڑ گیا۔ کیا پچھلی رات والی چیخیں ایسی ہی نہیں تھیں؟

''کس وقت پڑا تھا دورہ......؟'' اُس نے پوچھا۔

''صبح ہی سے وہ اس مصیبت میں مبتلا ہے۔''

چیخ پھر سنائی دی اور ساتھ ہی باہر برآمدے میں بہت سے آدمیوں کے قدموں کی آوازیں گونجنے لگیں۔ دوسرے لمحے میں پردہ ہٹا اور فریدی سات آٹھ مسلح کانسٹیبلوں کے ساتھ اندر گھس آیا۔

پروفیسر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ کچھ اور کانسٹیبل اندر آ گئے۔

حمید نے پروفیسر ملک کی گردن پکڑ کر آگے کی طرف دھکا دیا......اور کانسٹیبلوں نے اُسے سنبھال لیا۔

''عارف میاں سلمہ......!'' فریدی نے کہا۔ ''میں سمجھا تھا شاید تم کام آ گئے۔''

حمید نے اوپری منزل کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ کیا بے ہودگی ہے۔'' پروفیسر ملک چیخا۔

''خاموش رہئے جناب۔'' حمید نے کہا۔ ''ہم ذرا اُس مریض کو دیکھنے جا رہے ہیں جو غالباً اب چل بسا ہوگا۔''

اچانک چیخ پھر سنائی دی۔ ایک لمبی چیخ جو آہستہ آہستہ مدھم ہوتی گئی۔

فریدی اور حمید زینوں پر چڑھنے لگے انہوں نے دو تین کانسٹیبلوں کو بھی اشارہ کیا۔ بقیہ نیچے ہی رہے۔

پروفیسر ملک چیخ چیخ کر گالیاں بک رہا تھا۔ اس پر کسی کانسٹیبل نے اُس کے منہ پر شاید تھپڑ بھی رسید کر دیا۔

اوپر کے دو تین دروازے توڑ دیئے گئے اور پھر ایک کمرے میں عجیب و غریب منظر تھا۔ ایک برہنہ عورت جس کے ہاتھ میں ایک چمک دار چھری تھی اور ایک دوسرے مردہ برہنہ جسم پر جھکی ہوئی تھی۔ اُس کی پشت انہیں کی طرف تھی۔ اس لئے چہرہ نہ دیکھا جا سکا۔

پھر وہ یک لخت اچھل کر دوسرے کمرے میں گھس گئی۔

''میرے خدا......!'' حمید تحیر آمیز انداز میں چیخا۔ ''یہ افروز تھی......ارے لیڈی جہانگیر۔''

کانسٹیبل دروازے ہی پر جم کر رہ گئے تھے۔

''پکڑو.....!'' فریدی نے حمید کو اشارہ کیا۔

''مم.....میں.....!'' حمید ہکلایا۔''آپ ہی.....کیوں نہیں۔''

فریدی نے کانسٹیبلوں کی طرف دیکھا۔

''کہیں اُدھر سے نہ نکل جائے۔'' اُن میں سے ایک بولا اور وہ سب گیلری سے گذرتے ہوئے دوسری طرف چلے گئے۔

فریدی نے پھر حمید کی طرف دیکھا۔

''کیا آپ ڈرتے ہیں؟'' حمید تھوک نگلتا ہوا بولا۔''اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔''

''نہیں.....تو.....!'' فریدی بھی تھوک نگلتا ہوا بولا۔''وہ.....نن.....ننگی ہے۔''

''کیا واقعی.....؟'' حمید نے احمقوں کی طرح پوچھا۔ حالانکہ وہ خود بھی اُسے اُس حالت میں دیکھ چکا تھا۔

فریدی نے بھی احمقوں کی طرح سر ہلا دیا۔

پھر اچانک اُس کمرے سے ایک فائر ہوا اور فریدی کی فلٹ ہیٹ صاف اڑ گئی۔

''وہ گئی۔'' حمید چیخ کر فلٹ ہیٹ کی طرف دوڑا۔

''ہوش میں آؤ.....!'' دفعتاً اُسے فریدی کی گرج دار آواز سنائی دی۔

حمید پلٹ آیا۔ فریدی نے ایک میز الٹ کر اُس کی آڑ لے لی تھی۔ حمید بھی اُس کے قریب آ گیا۔

''لیڈی جہانگیر.....!'' فریدی چیخا۔''ریوالور پھینک دو۔''

کمرے سے پھر فائر ہوا۔ فریدی نے بھی جوابی فائر کیا۔ حمید نے نیچے بھی فائروں کی آوازیں سنیں پھر پوری عمارت دھماکوں سے گونجنے لگی۔ اس کمرے سے جس میں لیڈی جہانگیر گھسی تھی فائر ہونے کا یہ مطلب تھا کہ دوسری طرف نکل بھاگنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ورنہ وہ صاف نکل گئی ہوتی۔ حمید کا دماغ بہت سے کام کرنے لگا تھا۔ اُس نے سوچا کہ کہیں دوسری طرف سے بھی فائر نہ شروع ہو جائیں۔ یہ ضروری نہیں کہ اس وسیع عمارت میں صرف تین ہی آدمی رہے ہوں۔ دفعتاً اُس کی نظریں اُس لاش پر پڑیں جس پر سے لیڈی جہانگیر اٹھی تھی۔ وہ پچھلی

لاشوں ہی کی طرح درندگی کا شکار ہوئی تھی۔

نیچے برابر فائر ہو رہے تھے اور چیخیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔

سامنے والے کمرے سے پھر فائر ہوا اور ساتھ ہی ایک چیخ بھی سنائی دی۔

''خودکشی......!'' فریدی میز کی اوٹ سے نکل کر کمرے کی طرف جھپٹا۔

لیڈی جہانگیر فرش پر پڑی ہوئی تھی اور اُس کے داہنے کان سے خون بہہ رہا تھا۔ فریدی نے اپنا کوٹ اتار کر اُس کے برہنہ جسم پر ڈال دیا۔ وہ ابھی سانسیں لے رہی تھی فریدی زخم دیکھنے لگا۔ پھر اُس نے حمید کا کوٹ بھی اتروا کر اُسے اچھی طرح ڈھک دیا۔

''کامیاب نہیں ہوئی۔'' وہ آہستہ سے بولا۔ ''گولی صرف کان میں لگی ہے۔ تم یہیں ٹھہرو۔'' پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔

نیچے اب تک گولیاں چل رہی تھیں۔ دفعتاً حمید کی نظریں کمرے کے روشندان کی طرف اٹھ گئیں۔ شیشوں کے پیچھے اُسے ایک لمبوترا چہرہ دکھائی دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں اُس کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا۔ روشندان کے شیشے ٹوٹ کر فرش پر آ رہے اور ایک چیخ بلند ہوئی۔ چہرہ پہلے تو روشندان کی طرف جھکا اور پھر پیچھے کی طرف لڑھک گیا۔

لیڈی جہانگیر بے ہوش پڑی تھی۔ حمید کے دل میں اُس کے لئے کسی قسم کے جذبات نہیں تھے۔ نہ غصہ، نہ نفرت، نہ ہمدردی نہ پیار۔ اور اب تو اُس کی حیرت بھی رفع ہو گئی تھی۔ نہ جانے کیوں اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُسے پہلے ہی سے اس کی توقع رہی ہو حالانکہ یہ بات پہلے اُس کے خواب و خیال میں بھی نہ تھی۔

تھوڑی دیر بعد اوپر کچھ کانسٹیبل پہنچ گئے۔ حمید انہیں لیڈی جہانگیر کے پاس چھوڑ کر کمرے سے نکل آیا۔ وہ لمبوترے چہرے والے کا حشر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتا تھا۔

نیچے گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں۔ ہال میں حمید کو کئی لاشیں نظر آئیں۔ کچھ قیدی اور کچھ زخمی ھائی دیئے۔ تین کانسٹیبل بھی کام آئے تھے۔ فریدی کی پیشانی سے خون بہہ رہا تھا جسے وہ بار بار لی سے پونچھ کر ادھر اُدھر چھڑک دیتا تھا۔

''یہ کیا ہوا......؟'' حمید نے پوچھا۔

''میز الٹتے وقت شاید چوٹ آ گئی تھی۔'' فریدی نے کہا اور قیدیوں کا جائزہ لینے لگا۔

''ایک لاش تیسری منزل پر بھی ہے۔'' حمید بولا۔

اور وہ لاش حقیقتاً لمبوترے چہرے والے ہی کی نکلی۔

آدھے گھنٹے کے بعد زخمیوں کو ہسپتال پہنچایا جا رہا تھا۔ ان میں لیڈی جہانگیر بھی تھی جو ابھی تک ہوش میں نہیں آئی تھی۔

دوسری صبح اخبارات شائع ہوتے ہی شہر میں ہلچل مچ گئی۔ ہاکر چیختے پھر رہے تھے۔ انسپکٹر فریدی اور سرجنٹ حمید کے کارناموں سے گمنام گلیاں تک گونج رہی تھیں۔ پولیس ہسپتال کے سامنے تقریباً آدھا شہر امنڈ آیا تھا۔ ہر ایک اُس درندہ صفت عورت کی ایک جھلک کے لئے بے تاب نظر آ رہا تھا۔ لوگوں کی زبانوں پر اُس کی خوبصورتی اور پرکشش شخصیت کی کہانیاں تھیں۔ زیادہ تر یہ خیال ظاہر کیا جا رہا تھا کہ یقیناً اُس کے جسم میں کوئی خبیث روح حلول کر گئی ہے۔

دوسری طرف فریدی اپنے آفس میں بیٹھا افسران بالا کو اس کیس کی تفصیلات بتا رہا تھا۔

''مجھے اس عورت پر پہلے ہی سے شبہہ تھا۔'' اس نے کہا۔ ''لیکن میں نہیں جانتا کہ وہ خود ہی اس گروہ کی سرغنہ بھی ہے۔ مجھے اُس پر اُسی وقت شبہہ ہو گیا تھا جب وہ قمار خانے سے برآمد ہوئی تھی۔ آپ کو یاد ہوگا کہ وہ ایک مقفل کمرے میں رسیوں سے بندھی پڑی تھی۔ آخر اُسے رسیوں سے باندھنے کی کیا ضرورت تھی جب کہ اس کمرے کو مقفل بھی کرنا تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر وہ بندھی نہ ہوتی تب بھی کمرے سے باہر نہیں نکل سکتی تھی اور پھر اگر حفاظت کے خیال سے کسی کو باندھا بھی جاتا ہے تو عموماً اُس کے دونوں ہاتھ پشت پر ہوتے ہیں تا کہ وہ پیروں کی رسیاں نہ کھول سکے۔ اس کے برخلاف اُس کے دونوں ہاتھ یونہی معمولی طور پر بندھے ہوئے تھے اگر و چاہتی تو بہ آسانی اپنے پیروں کی رسیاں کھول سکتی تھی۔ پھر اُس کے بعد ہاتھ بھی کھل سکتے تھے۔ دراصل واقعہ یہ ہوا تھا کہ جب مجرم بھاگنے لگے تھے تو اُس نے خود کو بندھوا لیا تھا۔ جلدی میں و ان نکتوں پر غور نہ کر سکی۔ ورنہ ویسے وہ بلا کی ذہین عورت ہے۔ اُسے سو فیصدی شبہہ تھا کہ میر اس کی طرف سے مشکوک ہوں۔ لہٰذا اُس نے میرا شک رفع کرنے کے لئے اپنے یہاں نوروز ہال منعقد کیا اور اُس میں اپنے ہی آدمیوں سے ہڑبونگ مچوائی۔ یہ ظاہر کرنا چاہا کہ وہ اُ

دوبارہ اٹھانے کے لئے آئے تھے۔ بہرحال موقع واردات پر پکڑنے سے پہلے یہ چیز میرے لئے خواب وخیال میں بھی نہ تھی کہ وہ اس گروہ کی سرغنہ ہوسکتی ہے یا وہ ساری درندگی اُس کی تھی۔ میں یہ سمجھتا تھا کہ کوئی آدمی اُسے لڑکوں کو پھانسنے کے لئے استعمال کرتا ہے۔ پرسوں والی لاش جو جھریالی میں ملی تھی اُس نے میرے خیالات یکسر بدل دیئے۔ میں نے اس سلسلے میں کسی مرد کی جستجو تو بالکل ہی ترک کردی کیونکہ اُس لاش پر مجھے کئی جگہ لپ اسٹک کے نشانات بھی ملے تھے۔ لیکن اس حالت میں بھی میرے ذہن میں لیڈی جہانگیر نہیں آئی۔ اُسے دیکھ کر یہ کہا ہی نہیں جاسکتا کہ وہ کسی وقت بھیڑیوں سے بھی زیادہ خطرناک ہوجاتی ہوگی۔ اس کے برخلاف میری ذہن میں کسی حد درجہ خوفناک صورت والی عورت کی تصویر تھی۔ دوسری دلچسپ بات یہ کہ اس پورے گروہ میں دو ایک کے علاوہ کسی اور کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ اُن پر کوئی عورت حکومت کررہی ہے۔ لیڈی جہانگیر نے یہ گروہ بڑے ہی پراسرار طریقے پر ترتیب دیا تھا۔ گروہ کے بہتیرے افراد نے اعتراف کیا ہے کہ وہ عادی مجرم ہیں اور انہیں خط وکتابت کے ذریعے اس گروہ میں شامل کیا گیا تھا۔ انہیں باقاعدہ طور پر بڑی تنخواہیں ملتی تھیں اور مالِ غنیمت کا کچھ حصہ بھی ان میں تقسیم کیا جاتا تھا۔ انہوں نے یہ بھی بتایا ہے کہ وہ سردار کی شخصیت سے واقف نہیں تھے۔ انہیں سردار کے احکامات ڈاملے یا کرن ڈے سے ملتے تھے۔''

پھر فریدی نے انہیں بتایا کہ ڈاکٹر لیڈی جہانگیر کا طبی معائنہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ وہ جنسی جنون میں مبتلا ہے۔ اس میں Nymphomania (جنسی بوالہوسی) اور Sadism (اذیت کوشی) دونوں رجحانات موجود ہیں۔

''اسی لئے آپ مجھے اُس سے شادی کرنے کا مشورہ دے رہے تھے؟''

حمید نے منہ بنا کر کہا۔ افسرانِ بالا ہی کے سامنے وہ بولنے کے لئے بے چین تھا لیکن نہ جانے کس طرح اُس نے خود کو روکا تھا۔ اُن کے پاس سے ہٹتے ہی اُس نے فریدی کو چھیڑنا شروع کردیا۔ ''اور آپ نے اتنی خطرناک جگہ مجھے کیوں بھیجا تھا۔''

''حمید صاحب......!'' فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ ''اگر میں آپ کو پہلے ہی یہ بتا دیتا کہ افروز مشتبہ ہے تو آپ اپنے رویے میں فطری بے ساختگی برقرار نہ رکھ سکتے۔''

حمید تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔ ''آپ بھی اُس سے بُری طرح خائف تھے۔''

''میں......نہیں تو۔''

''قطعی تھے۔ اسی لئے آپ اُس رات اس بوڑھی عورت کے ساتھ ناچے تھے۔ آپ کو خوف تھا کہ کہیں افروز آپ کو وہیں نہ ادھیڑنا شروع کردے۔''

فریدی ہنس کر خاموش ہوگیا۔ حمید بھی کچھ دیر خاموش رہا۔

''ایک بات سمجھ میں نہ آئی۔'' حمید نے کہا۔ ''وہ یہ کہ افروز بذات خود بہت دولت مند تھی۔ پھر اُس نے یہ سب کیوں کیا۔ اُس کے گروہ والے ڈاکے بھی تو مارتے تھے۔ اعلیٰ پیانے پر جوا بھی کھلاتے تھے۔''

''خود اُس کا مقصد لوٹ اور کھسوٹ نہیں تھا۔'' فریدی بولا۔ ''اُس نے یہ سب کچھ محض اپنے جنون کی تسکین کے لئے کیا تھا۔ اگر وہ اتنا طاقت ور گروہ نہ بناتی تو اُسے اپنی حیوانیت کی بھینٹ چڑھانے کے لئے نوجوان کہاں سے ملتے۔''

''خدا کی قسم آپ کی شادی اُسی کے ساتھ ہونی چاہئے۔'' حمید بے ڈھنگے پن سے ہنستا ہوا بولا۔

''پھر اُتر آئے تم بکواس پر......جاؤ اپنا کام کرو۔''

''اچھا ایک بات بتا دیجئے؟''

''جلدی بکو! ابھی مجھے رپورٹ مکمل کرنی ہے۔''

''کل اُسے پکڑتے وقت آپ کی گھگھی کیوں بندھ گئی تھی؟''

''رمیش......!'' فریدی نے سرجنٹ رمیش کو آواز دی۔

''جی......!'' رمیش دوسرے کمرے سے بولا۔

''اسے یہاں سے کان پکڑ کر نکال دو۔'' فریدی نے کہا اور لکھنے میں مشغول ہوگیا۔

ختم شد